www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نامور مسلمان طبیب اور عالم ۷

قبر کا عذاب

urdukutabkhanapk.blogspot

جابر بن حیّان

مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔ ۲۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

© مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

مجلسِ ادارت
حکیم محمد سعید
مسعود احمد برکاتی
رفیع الزماں زبیری

تقسیم کار

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
Email:monthlykitabnuma@gmail.com

شاخیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بھوپال گراؤنڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ۔202002
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، ممبئی۔400003

مئی 2012ء تعداد:1000 قیمت:-/20روپے

کلاسک آرٹ پرنٹرس، چاندنی محل، دریا گنج، نئی دہلی۲ میں طبع ہوئی۔

نونہال ادب- علم وادب کے میدان میں ہمدرد کی نہایت پُرخلوص خدمت

نام ور مسلمان طبیب اور عالم ——— ⑦

جابر ابن حیان

قبر کا عذاب

اے۔حمید

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پیش لفظ

نونہالو! جابر بن حیان کو یورپ والے بابائے کیمسٹری (Father of Chemistry) کہتے ہیں۔ علم کیمیا کی ابتدا اسی عظیم مسلمان سائنس داں سے ہوئی ہے۔ ان کے زمانے میں لوگ اپنی زندگیاں پارے، تانبے، چاندی اور دوسری ان دھاتوں سے سونا بنانے میں ضائع کر رہے تھے اور اسی کو کیمیا گری کی انتہا سمجھتے تھے۔ ان دھاتوں سے اور فائدے حاصل کرنے کا کوئی تصور نہ تھا۔ جابر بن حیان نے ان دھاتوں پر عملی تجربات کیے اور کیمیا میں تحقیق کا دائرہ آگے بڑھایا۔ انھوں نے بہت سے کیمیائی مرکبات دریافت کیے اور اپنے تجربات پر کتابیں لکھیں۔ صرف کیمسٹری پر ان کی ستائیس کتابیں ہیں جن میں سے بائیس کتابیں ابھی تک محفوظ ہیں۔ پال کراس نے جابر بن حیان پر ایک کتاب لکھی ہے جو قاہرہ میں چھپی ہے جو ایک سے زیادہ جلدوں میں ہے۔ اٹھارہویں صدی تک یوروپ کے کیمیا داں اس عظیم سائنس داں کے بنائے ہوئے اصولوں پر ہی کام کرتے تھے۔

اس کہانی میں جو تم اب پڑھو گے اسی عظیم مسلمان سائنس داں کے کارناموں کا تذکرہ ہے جس کے لیے تمھارے ہی جیسے ایک نونہال کے لیے ایک خیالی دُنیا حقیقت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور وہ مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے نظاروں میں گُم ہو جاتا ہے۔

نونہالوں کو اپنے نام وَر مسلمان طبیبوں اور سائنس دانوں کی زندگی کے واقعات اور اُن کے کارنامے جاننے چاہییں اور اگرچہ محترم اے۔ حمید کی لکھی ہوئی یہ ایک خیالی کہانی ہے لیکن بہت دل چسپ اور معلوماتی ہے۔

حکیم محمد سعید

اُردو کُتب خانہ
URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

فہرست مضامین

جابر بن حیان کا انوکھا تجربہ	۷
ڈوبے جہاز کی بدروحیں	۲۹
افریقہ کا سفر	۴۹
قبر کا عذاب	۵۹
اللہ حافظ	۸۱

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جابر بن حیّان کا انوکھا تجربہ

باؤلی کی لاش شہزاد کے سامنے کھڑی تھی۔

یہ اسی بت پرست کی لاش تھی جس کو تھوڑی دیر پہلے گاؤں کے باہر لوگوں نے چتا پر جلایا تھا۔ شہزاد لاش کو دیکھ کر گھبرایا نہیں، مگر اس کے دل میں ہلکا سا خوف ضرور پیدا ہوا کیونکہ لاش نے اسے دھمکی دی تھی کہ اس نے لاش کی بیوی کو اس کے ساتھ جلنے سے روک دیا تھا اس لیے وہ اس سے انتقام لے گی اور وہ اس کے انتقام سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔ شہزاد کو یہ بھی حوصلہ تھا کہ سانچی سانپ کی شکل میں تھوڑی دور پیچھے پہاڑی کے دامن میں بیٹھا ہے۔

لاش شہزاد کو گھور رہی تھی۔ شروع رات کے اندھیرے میں لاش کا جسم یوں چمک رہا تھا جیسے اس کے جسم پر راکھ ملی ہوئی ہو۔ شہزاد نے دل میں اللہ کے نام کا ورد شروع کردیا تھا۔

لاش نے ایک بار پھر اپنی خشک کھرکھراتی آواز میں کہا :

"ہم بت پرست ہیں۔ ہمارے ہاں خاوند مرجائے تو اس کی بیوی اس کی لاش کے ساتھ جلائی جاتی ہے، مگر تم نے میری بیوی کو بچالیا اور اسے

میرے ساتھ جلنے نہیں دیا۔ اب میری روح بھٹکتی پھرے گی۔ مگر میں تم سے انتقام ضرور لوں گا۔"

شہزاد ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔اس نے بڑے اعتماد سے کہا :

"تم ایک لاش ہو۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

لاش نے اپنا بازو اوپر اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی شہزاد کے گرد شعلوں کا دائرہ بن گیا۔ شہزاد طلسمی شعلوں میں گھرگیا۔ اس کے دل سے بے اختیار یااللہ میری مدد کے الفاظ نکل گئے۔ لاش نے دوسرا ہاتھ بھی بڑھا دیا۔ آگ کا ایک گولہ فضا میں سے اڑتا ہوا آیا اور اس سے پہلے کہ شہزاد کے اوپر گرتا، شہزاد غائب ہوگیا۔

سانچی سانپ کی شکل میں وہاں سے تھوڑی دور پہاڑی کے دامن میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ شہزاد پانی پینے اسے وہاں چھوڑ کر گیا تھا۔ جب شہزاد کو واپس آنے میں دیر ہوگئی تو سانچی کو فکر ہوئی۔ وہ اپنی جگہ سے رینگتا ہوا اس طرف چلا جدھر شہزاد پانی کی تلاش میں گیا تھا۔ جب سانچی سانپ کی شکل میں لاش والی باؤلی کے پاس پہنچا تو اسے زمین پر راکھ کا دائرہ نظر آیا۔ راکھ ابھی تک گرم تھی۔ سانچی سانپ چوکنا ہوگیا۔ شہزاد کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سانچی نے شہزاد کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ رات کی تاریکی میں جنگل سنسنا رہا تھا۔ ہر طرف ڈراؤنی خاموشی طاری تھی۔ سانچی سانپ رینگتا ہوا باؤلی میں اتر گیا۔ نیچے پتھروں میں چھوٹا سا تالاب بنا تھا۔ سانچی سانپ حیران تھا کہ شہزاد کہاں چلا گیا۔ گرم راکھ کے دائرے سے سانچی سانپ کو شک سا ہوا کہ شاید شہزاد طلسم کی زد میں آگیا ہے۔ سانچی خود سانپ، کے روپ میں تھا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اس لیے اس کے پاس اپنی پوری طاقت نہیں تھی۔ انسانی شکل میں واپس آنے کے لیے سانچی کو خود سفید کلغی والے سانپ کے منکے کی تلاش تھی جو افریقہ کے جنوبی جنگل میں آدم خوروں کی بستی سے پہلے ایک غار میں دوسرے سانپوں کے ساتھ رہتا تھا۔ اس منکے کو منہ میں رکھنے سے ہی سانچی دوبارہ انسانی شکل میں واپس آسکتا تھا۔

مگر اب شہزاد بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ سانچی سانپ باؤلی سے باہر نکل آیا اور جنگل میں ایک طرف کو رینگتا ہوا چل پڑا۔ اتنا اسے یقین تھا کہ شہزاد کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے اور وہ اس علاقے میں نہیں ہے۔ سانچی سانپ کی شکل میں اکیلا اور شہزاد کی مدد کے بغیر افریقہ تک کا طویل اور خطرناک سفر طے نہیں کرسکتا تھا۔ جنگل میں رات کا سناٹا چھایا تھا۔ سانچی جھاڑیوں، گھاس اور درختوں کے درمیان رینگتا اسی طرف جارہا تھا جہاں اس کے خیال کے مطابق کوئی بندرگاہ ضرور ہونی چاہیے تھی کیونکہ اس جانب سمندر تھا۔ سانچی سانپ ساری رات سفر کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ اب اس نے کنارے کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کردیا۔

آگے ایک بندرگاہ تھی جس میں بادبانی جہاز کھڑے تھے۔ ایک بادبانی جہاز اپنی منزل کی طرف جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ سانچی سانپ کسی سے یہ تو نہیں پوچھ سکتا تھا کہ یہ جہاز کدھر جارہا ہے۔ اس نے سوچا کہ جہاز میں سوار ہوکر کم از کم اس علاقے سے نکل جانا چاہیے۔ وہ رینگتا ہوا اس جگہ پر چلا گیا جہاں جہاز میں لادا جانے والا سامان پڑا تھا۔ سانچی سانپ بانس کے ایک گٹھے کے اندر لیٹ گیا۔ دو مزدور باتیں کرتے ہوئے بانس کے گٹھے کی طرف

بڑھے۔ وہ آپس میں باتیں کررہے تھے۔ ان کی باتوں سے جب سانچی سانپ نے سنا کہ جہاز افریقہ کی طرف جارہا ہے تو اسے بڑی خوشی ہوئی۔ مزدور بانس کے گٹھے کو اٹھاکر جہاز کی طرف لے گئے اور اسے دوسرے سامان کے ساتھ عرشے پر ایک طرف رکھ دیا۔

کہیں شام کو جاکر بادبانی جہاز اپنی منزل یعنی افریقہ کی طرف روانہ ہوا۔ سانچی سانپ نے اب شہزاد کو اس کی قسمت اور اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا اور وہ خود سب سے پہلے افریقہ جاکر کسی نہ کسی طرح سفید کلغی والے سانپ کا منکا حاصل کرنا چاہتا تھا تاکہ سانپ سے انسانی شکل میں آئے اور پھر اپنی پوری طاقت اور سوجھ بوجھ سے کام لے کر شہزاد کی تلاش کو نکلے۔

جہاز ساری رات کھلے سمندر میں بڑے سکون سے چلتا رہا۔ پھر اچانک آسمان پر بادل چھاگئے اور بڑے زور کی آندھیاں چلنے لگیں۔ جہاز تنکے کی طرح ادھر ادھر ڈولنے لگا۔ مسافر اس جہاز پر تھوڑے ہی تھے۔ زیادہ سامان لدا تھا۔ مسافروں میں چیخ پکار مچ گئی۔ سانچی سانپ بھی بانس کے گٹھے سے نکل کر جہاز کے عرشے پر آگیا۔ جہاز بری طرح ڈول رہا تھا۔ لگتا تھا کہ اب کوئی طوفانی موج کسی طرف سے آئے گی اور جہاز ڈوب جائے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ طوفان بڑھتا گیا اور ایک پہاڑ جتنی بلند لہر اٹھ کر جہاز سے ٹکرائی تو جہاز الٹ کر سمندر میں اوندھا ہوگیا اور سارے مسافر اور سامان پانی میں غرق ہوگیا۔ سانچی سانپ نے پہلے ہی سمندر میں چھلانگ لگادی تھی۔ وہ سمندر کی طوفانی موجوں میں تیرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اتفاق سے ایک تختہ اسے مل گیا۔ وہ اس پر چڑھ کر چمٹ گیا۔ تختہ پانی کی طوفانی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

لہروں میں بہت دور نکلتا چلا جارہا تھا۔ ساری رات سانچی سانپ تختے پر بیٹھا رہا اور تختہ بہتا چلا گیا۔ جب صبح کی دھندلی روشنی پھیلی تو طوفان ختم ہوچکا تھا۔ مگر آسمان پر بادل ہی بادل تھے اور ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی۔ سانچی سانپ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ تختے پر بہہ کر سمندر میں کس طرف نکل آیا ہے۔ اس نے صبح کی ہلکی روشنی میں چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ اسے دور سمندر میں کسی جہاز کے مستول یعنی لکڑی کے وہ ستون دکھائی دیے جن کے ساتھ بادبان بندھے ہوتے ہیں۔ چونکہ جہاز کے بادبان پھولے ہوئے نہیں تھے اس لیے سانچی اسی نتیجے پر پہنچا کہ جہاز سمندر میں رکا ہوا ہے۔ اتفاق سے سانچی سانپ کا تختہ بھی اسی طرف بہہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تختے نے سانچی سانپ کو سمندر میں کھڑے بادبانی جہاز کے پاس پہنچادیا۔

تختہ جہاز کے پیندے کے ساتھ جا لگا۔ سانچی سانپ اچک کر جہاز کے پیندے پر آیا اور وہاں سے رینگتا ہوا جہاز پر چڑھ گیا۔ اسے یقین تھا کہ جہاز پر مسافر بھی ہوں گے اور جہاز کا عملہ بھی ہوگا۔ چونکہ ہوا بند تھی اس لیے سانچی سانپ نے یہی اندازہ لگایا کہ جہاز کا کپتان ہوا کے چلنے کا انتظار کررہا ہے۔

نونہالو! جس زمانے میں سمندروں میں بادبانی جہاز چلا کرتے تھے تو ان دنوں جہاز والوں کو ایک بہت بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ بادبانی جہاز سمندر میں سفر کررہا ہے کہ اچانک ہوا بند ہوگئی۔ یا ایسا ہوتا کہ جہاز ایسے علاقے میں داخل ہوجاتا جہاں ہوا رکی ہوتی تھی۔ جہاز مجبوراً رک جاتا۔ کیونکہ بادبانی جہاز تو ہوا کے زور سے ہی چلتا تھا۔ ہوا رک

جاتی تو جہاز بھی وہیں رک جاتا۔ کبھی تو دو چار روز میں ہوا دوبارہ چلنے لگتی اور کبھی ایسا ہوتا کہ پندرہ بیس دن بلکہ مہینہ مہینہ گزر جاتا اور ہوا اسی طرح بند رہتی اس دوران جہاز کے عملے کے مزاج چڑچڑے ہوجاتے اور وہ ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا شروع کردیتے۔ پانی اور خوراک کا ذخیرہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتا۔ ایک انگریز مصنف نے اپنی کتاب میں ایسے ہی ایک بادبانی جہاز کی کہانی بیان کی ہے کہ جو کھلے سمندر میں ہوا بند ہوجانے سے رک گیا اور تین ماہ تک رکا رہا۔ جہاز میں کھانے پینے کا ذخیرہ ختم ہوگیا۔ جہازی ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو وحشت اور بھوک پیاس کے اثر میں آکر قتل کرڈالا اور پھر اپنے مردہ ساتھیوں کو اپنی خوراک بنانا شروع کردیا۔ سانچی سانپ کو صرف اتنا معلوم تھا کہ اگر ہوا بند ہوجائے تو بادبانی جہاز سمندر میں رک جاتا ہے۔

سانچی اس بادبانی جہاز کے بارے میں یہی سمجھا کہ یہ سمندر میں ہوا بند ہوجانے کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ جہاز کے بادبان لپٹے ہوئے تھے۔ سانچی سانپ عرشے کے فرش پر رینگتا ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گیا۔ اسے جہاز پر کوئی ملاح دکھائی نہ دیا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ جہاز کا عملہ یعنی جہاز پر کام کرنے والے ملاح کہاں ہیں۔ شاید جہاز کے نچلے حصے میں ہوں۔ یہ سوچ کر سانچی سانپ عرشے کی سیڑھیوں پر سے ہوکر جہاز کی نچلی منزل میں گیا۔ وہاں تنگ راہ داری کی دونوں جانب آمنے سامنے چھوٹے چھوٹے چار کیبن بنے ہوئے تھے۔ یہ کیبن بھی خالی تھے۔ سانچی سانپ جہاز کے باورچی خانے میں گیا۔ باورچی خانہ بھی خالی پڑا تھا۔ چولہا ٹھنڈا تھا۔ سانچی سانپ کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ جہاز آسیبی ہے۔ مگر نہیں۔ اس نے سوچا۔ ہوسکتا ہے جہازی لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر کسی قریبی جزیرے پر گئے ہوں۔ جہاز بڑی آہستہ آہستہ ایک جگہ کھڑا ڈول رہا تھا۔

اچانک ایسی آواز آئی جیسے اوپر کوئی کسی رسے کو چرخی پر کھینچ رہا ہو۔ سانچی سانپ تیزی سے رینگتا عرشے پر آگیا۔ یہ دیکھ کر وہ بھونچکا سا ہوکر رہ گیا کہ جہاز کا لنگر اپنے آپ اوپر اٹھ رہا تھا۔ وہاں کوئی رسہ کھینچنے والا نہیں تھا، مگر رسہ سمندر میں سے نکل کر چرخی پر سے گھومتا ہوا عرشے پر ایک جگہ خود بہ خود اکٹھا ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ کوئی اسے کھینچ رہا ہے، مگر وہ نظر نہیں آرہا۔ سمندر سے لنگر نکل کر جہاز کے پیندے کے ساتھ لگ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہوا چلنے لگی اور جہاز کے دونوں مستولوں کے ساتھ لپٹے ہوئے بادبان اپنے آپ کھلنا شروع ہوگئے۔ بادبانوں کے نکلتے ہی ان میں ہوا بھر گئی اور جہاز نے ایک سرسراہٹ کے ساتھ اپنی جگہ سے حرکت کی اور سمندر میں ایک طرف چلنے لگا۔

سانچی سانپ خود ہوائی مخلوق یعنی ایک چھوٹا جن تھا فوراً سمجھ گیا کہ جہاز پر کسی نظر نہ آنے والی مخلوق کا قبضہ ہوچکا ہے اور وہی اسے چلا رہی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ یہ مخلوق کون ہے۔ کیا یہ کوئی جن بھوت ہیں یا بدروحیں ہیں۔ سانچی سانپ کو ابھی تک جہاز کے آسیب نے کچھ نہیں کہا تھا۔ مگر سانچی سانپ کو اب یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ یہ جہاز اگر افریقہ نہیں جا رہا تو پھر وہ اسے کہاں لے جائے گا۔ کیونکہ اسے تو ہر حالت میں افریقہ پہنچ کر سفید کلغی والے سانپ کا منکا حاصل کرنا تھا کہ وہ پھر سے انسانی

شکل اختیار کرسکے اور اس کی طاقت اسے واپس مل جائے۔

سانچی سانپ جہاز کے عرشے پر بالکل سامنے کی طرف مڑکر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ دن کی روشنی میں جہاز نیلے سمندر کی لہروں کو چیرتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کچھ پتا نہیں تھا کہ یہ جہاز سانچی سانپ کو کہاں لے جا رہا تھا۔ اچانک اسے ملاحوں کی آپس میں باتیں کرنے اور ہلکے ہلکے قہقہے لگانے اور ایک دوسرے سے مذاق کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ سانچی سانپ نے گردن گھما کر پہلے دیکھا۔ عرشے پر اسے ایک بھی ملاح نظر نہ آیا، مگر ان کی باتیں کرنے کی آوازیں برابر سنائی دے رہی تھیں۔

سانچی سانپ نے انسانی آواز میں کہا :

"تم لوگ کون ہو؟ جواب دو میں سانچی ہوں۔"

ملاحوں کی آوازیں آنا بند ہوگئیں۔ کسی نے سانچی سانپ کے سوال کا جواب نہ دیا۔ سانچی نے ایک بار پھر اپنے سوال کو بلند آواز میں دہرایا، مگر جواب میں سوائے سمندری لہروں کی ہلکی ہلکی آواز کے اور کچھ سنائی نہ دیا۔ سانچی سانپ الجھن میں پڑگیا۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ وہ اس جہاز پر کہاں آگیا، مگر وہ کیا کرتا مجبوری تھی۔ جہاز ایک ہی رفتار سے سمندر میں چلا جا رہا تھا۔ اس کے بادبان پھولے ہوئے تھے۔ پھر اسے ایک مرد کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ وہ جیسے جہاز کا کپتان تھا اور کسی ملاح کو کوئی حکم دے رہا تھا۔ سانچی نے اوپر نگاہ اٹھائی۔ بڑے بادبان کا رخ تھوڑا سا دائیں جانب مڑگیا۔ مستول پر چڑھا ہوا نظر نہ آنے والا ملاح اسے ایک طرف گھما رہا تھا۔ جہاز بھی آہستہ آہستہ ایک طرف مڑگیا۔ شاید آسیبی مخلوق کی منزل قریب آرہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

تھی اور اس نے اسی طرف سے اپنے جہاز کا رخ پھیر دیا تھا۔

سانچی سانپ نے بلند آواز میں جہاز کے کپتان کو پکارا۔

"میں سانچی ہوں۔ میں بھی تمھاری ہی طرح ہوں۔ میں جن ہوں۔ مجھ سے بات کرو۔"

مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جہاز پر سناٹا چھا گیا۔

سانچی سانپ کو ہم کچھ دیر کے لیے اسی آسیبی جہاز پر چھوڑتے ہیں اور خود شہزاد کی طرف چل کر دیکھتے ہیں کہ جب چتا کی زندہ لاش نے اس پر طلسم کرنے کی ناکام کوشش کی تو وہ غائب ہو کر کہاں گیا۔

شہزاد کو جب ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے اوپر گھنے درخت کا سایہ ہے جس کی شاخوں سے دھوپ چھن چھن کر اس پر پڑ رہی ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے بت پرست کی لاش کے جادو سے اسے بچا لیا۔ اسے ابھی تک پیاس لگ رہی تھی۔ گلا خشک ہو رہا تھا۔ وہ چلتا ہوا ایک پگ ڈنڈی پر آ گیا جس کی ایک جانب سنگ مرمر کے ستون کھڑے تھے اور ایک عورت عربی لباس پہنے کاندھے پر مٹی کی صراحی اٹھائے چلی جا رہی تھی۔ جب وہ عورت قریب آئی تو شہزاد نے اسے سلام کیا۔

عورت نے وعلیکم السلام کہہ کر شہزاد کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"تم بغداد میں مجھے اجنبی لگتے ہو۔ کہاں سے آئے ہو بھائی؟"

عورت بڑی اچھی عربی بول رہی تھی۔ شہزاد نے عربی زبان میں ہی جواب دیا۔

"میرا نام شہزاد ہے میں ملک شام کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت تو پیاس سے برا حال ہو رہا ہے۔"

عورت نے شہزاد کو پانی پلایا۔ پانی پینے سے شہزاد کو تسکین ہو گئی۔ اس نے عورت کا شکریہ ادا کیا۔ عورت آگے بڑھنے لگی تو شہزاد نے پوچھا :

"کیا یہ شہر بغداد ہے؟"

"ہاں۔" عورت نے جواب دیا۔ "تمھیں کس کے ہاں جانا ہے۔"

شہزاد کو یاد آ گیا کہ سانچی نے اسے بتایا تھا کہ مشہور مسلمان طبیب اور سائنس داں جابر بن حیان بغداد میں ہی ملیں گے اور اس وقت بغداد میں خلیفہ ہارون الرشید کی حکومت ہو گی۔ شہزاد نے جھٹ سوال کر دیا۔

"کیا بغداد میں خلیفہ ہارون الرشید کی حکمرانی ہے۔"

"ہاں۔" عورت نے جواب دیا۔ "کیا تمھیں اتنا بھی پتا نہیں؟"

شہزاد بولا "مجھے معاف کر دینا بہن۔ اچھا ایک بات بتائیں۔ کیا نامور مسلمان سائنس داں اور طبیب جابر بن حیان اس وقت بغداد میں ہی تشریف رکھتے ہیں؟"

عورت مسکرائی اور کہنے لگی :

"میں شیخ جابر بن حیان ہی کی کنیز ہوں اور ان کے لیے ایک خاص چشمے سے پانی بھر کر لے جا رہی ہوں۔ اس چشمے کا پانی بڑا شفاف اور میٹھا ہے اور شیخ یہی پانی پیتے ہیں۔"

شہزاد کی باچھیں کھل گئیں۔

"اللہ کا شکر ہے۔ میری بہن! مجھے اصل میں شیخ جابر بن حیان سے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ملاقات کا شوق ہی اتنی دور سے کھینچ کر یہاں لے آیا ہے۔ کیا تم شیخ صاحب سے میری ملاقات کرا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔" کنیز نے مسکرا کر کہا۔ "میرے ساتھ چلو۔ میں تمھیں ان سے ملوا دوں گی۔ شیخ صاحب سب سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔"

شیخ جابر بن حیان ایک عظیم الشان حویلی میں رہتے تھے۔ جس وقت کنیز نیلوفر شہزاد کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئی شیخ جابر بن حیان اپنے شاگرد قاضی کے ساتھ ایک بوتل میں کوئی محلول بڑی احتیاط سے ڈال رہے تھے۔ کنیز نیلوفر نے شہزاد کو ایک طرف خاموشی سے کھڑے رہنے کا اشارہ کیا اور پانی کی صراحی طاق میں رکھ دی۔ شہزاد بڑے اشتیاق سے نامور مسلمان سائنس داں اور طبیب شیخ جابر بن حیان کو دیکھ رہا تھا۔ جن کا نام ۱۹۹۱ء عیسوی کے عہد میں بھی ساری دنیا میں مشہور تھا۔ جنھوں نے پہلی بار کیمیاگری یعنی کیمسٹری میں تجرباتی تحقیق کو اپنا اصول بنایا۔ یعنی کیمسٹری میں تجربے کیے اور ماڈرن کیمسٹری کی بنیاد رکھی۔ جابر بن حیان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انھیں یونانی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ انھوں نے نہ صرف یونانی زبان کا مطالعہ کیا بلکہ بہت سی یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ بھی کیا۔ بعد میں جب وہ یونانی کتابیں ناپید ہو گئیں تو یورپ کے سائنس دانوں نے شیخ جابر بن حیان کے عربی ترجموں سے فائدہ اٹھایا اور ان کا لاطینی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا۔ شیخ جابر بن حیان کے زمانے میں لوگ اپنی زندگیاں پارے، تانبے، چاندی اور دوسری دھاتوں کو سونا بنانے میں ضائع کر رہے تھے۔ وہ اس سے آگے نہیں سوچتے تھے کہ ان دھاتوں سے کوئی اور فائدہ بھی حاصل کیا جا سکتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہے۔جابر بن حیان نے اپنی تحقیق کا دائرہ آگے بڑھایا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کیمسٹری یعنی کیمیا کے تمام تجرباتی عملوں یعنی دھات کو حل کرنا، کشید کرنا، فلٹر کرنا اور چیزوں کا جوہر نکالنا، ان کی قلمیں بنانا وغیرہ سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اپنے کیمیاوی تجربوں میں ان سے کام لے لیتے تھے۔ اصل میں جابر بن حیان ایک پریکٹیکل کیمسٹ یا کیمیاداں تھے۔ان کے نزدیک علم کے ساتھ ساتھ کیمسٹری میں تجربہ بھی ضروری تھا۔ چنانچہ انھوں نے سفیدہ، سنکھیا اور کحل کو ان کے سلفائیڈ سے حاصل کرنے میں شان دار کامیابی حاصل کی۔اس کے علاوہ تیزاب لیموں اور تیزاب سرکہ کے بارے میں بھی جانتے تھے۔ فولاد بنانے، چمڑا رنگنے، دھاتوں کو صاف کرنے اور ان کے کمپاؤنڈ یعنی مرکبات بنانے کے طریقے بھی ان کے کیمیائی تجربات کے نمونے ہیں۔لوہے کو زنگ سے بچانے کے لیے وارنش، خضاب اور موم جامہ بنانے کی ترکیب بھی جابر بن حیان ہی کی ایجاد ہے۔ جابر بن حیان نے شورے کا تیزاب بھی بنایا۔ دھاتوں کے بارے میں ان کا نظریہ تھا کہ تمام دھاتیں گندھک اور پارے سے بنی ہیں اور ان میں سے کسی دھات کو تمام غیر ضروری آمیزش سے پاک کردیا جائے تو وہ سونا بن جائے گا۔ جابر بن حیان کا یہی نظریہ ماڈرن یورپ میں جوہری نظریے کے نام سے پکارا گیا۔

ایک اور حیرت انگیز بات یہ کہ آج سے بارہ سو سال پہلے اس نامور سائنس داں اور کیمیاداں جابر بن حیان نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ زمین پر بنی ہوئی ہر شے کا تعلق ستاروں اور سیاروں سے ہے۔چنانچہ اب ماڈرن سائنس کی تحقیق کے مطابق سورج اور تمام ستاروں میں جو مادہ پایا جاتا ہے وہ مستقل

طور پر توانائی یعنی انرجی میں تبدیل ہو رہا ہے اور ان جوہروں یعنی ایٹموں کی ٹوٹ پھوٹ سے جو توانائی خارج ہو رہی ہے وہ حرارت اور روشنی کی شکل میں زمین تک پہنچ رہی ہے جس کی وجہ سے ذرات پیدا ہوتے ہیں اور ان ذرات سے زمین پر اشیاء کی شکلیں وجود میں آتی ہیں۔ اس طرح یقین سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ماڈرن سائنس کا ایٹمی یا جوہری تصور کا اصل سرچشمہ اور اصل بنیاد جابر بن حیان کا ہی نظریہ ہے۔ اب ایک اور بات غور سے سنو۔

عظیم مسلمان کیمیاداں کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے تین معدنی تیزابوں کو دریافت کیا۔یعنی پھٹکری، ہیراکس اور قلمی شورے سے شورے کا تیزاب اور گندھک کا تیزاب حاصل کیا۔اس کے علاوہ پھٹکری، قلمی شورے اور نوشادر سے ماء الملوک تیزاب حاصل کیا جو آج بھی Aquaregia کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایک بہت طاقت ور تیزاب تھا جو سونے کو بھی گلا دیتا تھا۔ماء الملوک کے معنی ہیں بادشاہوں کا پانی۔

جابر بن حیان ایک عظیم کیمیاداں تھے جن کا ثانی کیمسٹری کی تاریخ میں چھے صدیوں تک پیدا نہ ہوسکا۔ یورپ کے سائنس داں بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جابر بن حیان نے بے شمار کیمیائی مرکبات یعنی کیمیکل کمپاؤنڈز دریافت کیے۔ان کے تجربات اہم کتابوں کی شکل میں آج تک موجود ہیں۔ صرف کیمسٹری پر اس کی کتابوں کی تعداد بائیس شمار کی جاتی ہے۔ان میں سے پانچ کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ پندرھویں صدی تک یورپ میں جابر بن حیان کی کتابیں سند سمجھی جاتی تھیں اور اٹھارویں صدی تک یورپ کے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کیمیاداں جابر بن حیان کے بتائے ہوئے اصولوں پر کام کرتے تھے۔

اسلام کے اسی نامور فرزند اور عظیم سائنس داں کیمیا داں جابر بن حیان کو شہزاد بڑے شوق اور عقیدت سے دیکھ رہا تھا۔ جابر بن حیان شیشے کی بوتل میں اپنا دریافت کیا ہوا تیزاب یعنی ماء الملوک ہی ڈال رہے تھے کیونکہ آج انھیں خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک اہم تجربے کا مظاہرہ کرنے جانا تھا۔ جب شیخ اپنی مسند کی طرف آئے تو ان کی نگاہ شہزاد پر پڑی۔ کنیز نیلوفر نے شہزاد کا تعارف کرواتے ہوئے کہا :

"شیخ مکرم! یہ لڑکا ملک شام سے آپ سے ملاقات کا شوق لے کر آیا ہے۔ اس کا نام شہزاد ہے۔"

"شہزاد نے ادب سے سلام کیا۔ شیخ جابر بن حیان نے بڑی خندہ پیشانی سے سلام کا جواب دیا۔ شہزاد بولا :

"شیخ محترم! کیمیا کے میدان میں آپ کے تجربوں اور بے پناہ قابلیت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے اور میں صرف آپ کو ایک نظر دیکھنے کا شوق لے کر یہاں آیا ہوں۔"

شیخ جابر بن حیان نے کہا :

"تم ابھی لڑکے ہو۔ علم کے لیے تمھارا شوق دیکھ کر میں بہت خوش ہوا ہوں۔ تم اچھے وقت پر آئے ہو۔ آج مجھے خلیفہ کے دربار میں ایک بڑا اہم تجربہ کرنے جانا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

شہزاد کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے کہا :

"استاد محترم! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھے دربار میں لے

جائیں گے۔"

شہزاد اس بات پر بھی خوش تھا کہ وہ عباسی عہد کے مشہور مسلمان حکمراں خلیفہ ہارون الرشید کو بھی دیکھے گا جس کا ذکر اس نے تاریخ کی کتابوں میں بہت پڑھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جابر بن حیان شاہی سواری کے ذریعہ سے خلیفہ ہارون الرشید کے محل کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس کا شاگردِ خاص کنیز نیلوفر اور شہزاد بھی ساتھ ہی تھا۔ کچھ کتابیں اور تجربات کے آلات بھی شیخ کے ہمراہ تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کا دربار لگا تھا۔ خلیفہ پوری شان و شوکت کے ساتھ تخت پر بیٹھا تھا۔ درباری دونوں جانب کرسیوں پر ادب سے بیٹھے تھے۔ تخت کے سامنے ایک گول میز پر تانبے کے دو پیالے رکھے تھے۔ ایک پیالے میں سونے کی ایک کافی بڑی ڈلی رکھی ہوئی تھی۔ اتنے میں دربانِ خاص نے آکر کورنش بجا لائی اور اعلان کیا :

"ظل سبحانی! جابر بن حیان شرف باریابی کے لیے حاضر ہیں۔"

خلیفہ ہارون الرشید نے فرمایا :

"ہم شیخ جابر بن حیان ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان سے کہو کہ تشریف لائیں۔"

دربان خاص واپس چلا گیا۔ خلیفہ کے قریب ہی ذرا نیچے اپنی کرسی پر دربار کا شاہی حکیم اور کیمیاداں بیٹھا تھا۔ اس نے بڑے ادب سے خلیفہ کے حضور عرض کیا :

"ظل سبحانی! خاکسار کا اب بھی یہی خیال ہے کہ جابر بن حیان کا تجربہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ناکام رہے گا۔ ابھی تک کیمیا کی دنیا میں کوئی ایسا تیزاب ایجاد نہیں ہوا جو ایک دو پل میں سونے کو گلا ڈالے۔"

خلیفہ ہارون الرشید نے مسکراتے ہوئے کہا :

"ہمیں جابر بن حیان کی علمیت اور لیاقت پر پورا بھروسا ہے۔ کیا انھوں نے اشیاء کا جوہر نکال کر سب کو حیران نہیں کردیا؟ بلاشبہ انھوں نے ایسا تیزاب ضرور تلاش کرلیا ہے جو سونے کی دھات کو بھی گلا دے گا۔ یہ بہت بڑی ایجاد ہوگی۔"

شاہی حکیم چپ ہوگیا۔

اتنے میں شیخ جابر بن حیان دربار میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے جابر بن حیان کا شاگرد خاص دو کتابیں اور ایک لکڑی کی صندوقچی اٹھائے ہوئے چلا آرہا تھا۔ اس کے پیچھے شہزاد اور کنیز نیلوفر بھی تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے مسکرا کر شیخ کی طرف دیکھا۔ شیخ جابر بن حیان نے ادب سے تعظیم کی اور ایک طرف کھڑا ہوگیا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا :

"یا شیخ! ہم آپ ہی کے انتظار میں تھے۔"

جابر بن حیان نے عرض کی :

"ظل سبحانی کا اقبال بلند ہو۔ خاکسار معذرت خواہ ہے۔ بعض نایاب کتب کی تلاش میں دیر ہوگئی۔"

خلیفہ نے کہا :

"ہمیں پوری امید ہے کہ آپ کا تجربہ کامیاب ہوگا۔"

شیخ جابر بن حیان نے کہا :

"خلیفۂ معظم! یہ میری برسوں کی محنت کا نچوڑ ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ تجربہ کامیاب ہوگا۔"

خلیفہ نے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا :

"تو پھر بسم اللہ کیجئے۔ ہر شے تیار ہے۔"

شیخ جابر بن حیان میز کی طرف بڑھے۔ شہزاد اور کنیز نیلوفر بھی دربار کی ایک جانب ستون کے پاس ادب سے کھڑے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ شیخ جابر بن حیان نے شاگرد خاص کے ہاتھ سے صندوقچی لے کر میز پر رکھ دی۔ شاگرد خاص پیچھے ہٹ گیا۔ جابر بن حیان نے ایک نظر درباریوں پر ڈالی اور پھر خلیفہ ہارون الرشید کی طرف متوجہ ہوکر کہا :

"ظل سبحانی! میں نے یہ تیزاب کئی اہم دھاتوں کے مرکب سے تیار کیا ہے۔ یہ خالص میری ایجاد ہے اور یہی وہ تیزاب ہے جس کے اندر اتنی طاقت موجود ہے کہ وہ سونے کو ایک پل میں گلا کر پانی بنا سکتا ہے۔"

شاہی حکیم اور کیمیادان نے خلیفہ کی طرف دیکھا اور پھر غور سے جابر بن حیان کی طرف دیکھنے لگے۔ جابر بن حیان نے اپنے شاگرد خاص کو اشارہ کیا۔ شاگرد نے وہ پیالہ اٹھالیا جس میں سونے کا ڈلا پڑا تھا۔ وہ اسے لے کر خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جھک کر تعظیم بجالائی اور پیالہ آگے کردیا۔ خلیفہ نے ایک نگاہ پیالے پر ڈالی اور کہا :

"ہمیں معلوم ہے اس میں سونے کا ڈلا ہے۔ اب ہم اسے گل کر پانی ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔"

جابر بن حیان نے عرض کیا :

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"ایسا ہی ہوگا خلیفۂ معظم!"

شاگرد خاص نے تمام درباریوں کو پیالے میں رکھا سونے کا ڈلا دکھایا۔ شاہی حکیم نے دیکھتے ہی منہ سکیڑ لیا۔ وہ جابر بن حیان کی علمیت اور عظمت سے جلتا تھا۔ حالانکہ انسان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ جب کوئی شخص ترقی کرتا نظر آئے تو اسے دیکھ کر اپنا دل جلانے کے بجائے انسان کو چاہیے کہ وہ بھی محنت سے کام کرکے ترقی کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ حسد کرنے سے صرف اپنا خون جلتا ہے اور محنت سے کام کرنے میں انسان ترقی کرتا ہے اور دنیا میں اپنا نام پیدا کرتا ہے۔ مگر شاہی حکیم صرف حسد کرنا ہی جانتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ شیخ جابر بن حیان کی طرح نام پیدا نہ کرسکا۔

شاگرد خاص سونے کے ڈلے والا پیالہ لے کر واپس شیخ جابر بن حیان کے پاس آگیا۔ اس نے پیالہ میز پر رکھ دیا۔ شیخ جابر بن حیان نے لکڑی کی صندوقچی سے خاص شیشی نکالی جس میں ان کا ایجاد کیا ہوا ماء الملوک تیزاب تھا۔ انھوں نے شیشی آگے بڑھاتے ہوئے درباریوں سے مخاطب ہوکر کہا :

"میرے عزیزو! خلیفۂ وقت کے حکم اور اجازت سے میں آپ کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس شیشی میں جو خاص تیزاب ہے وہ میری ایجاد ہے۔ یہی وہ شے ہے جو سونے جیسی دھات کو بھی ایک پل میں گلادے گی اور طب و کیمیا کی تاریخ کا ایک نیا باب رقم ہوگا۔"

پھر انھوں نے خلیفہ سے اجازت طلب کی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے سر کے اشارے سے اجازت عطا کی تو جابر بن حیان نے بوتل کا منہ کھولا اور اس میں سے تیزاب سونے کے ڈلے پر گرادیا۔ خلیفہ ہارون الرشید، وزیر برمکی

شاہی حکیم اور تمام درباریوں کی نظریں شیخ جابر بن حیان پر لگی تھیں۔ جعفر برمکی کو جابر بن حیان سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ حیان کی قابلیت کا معترف اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ دربار کے کچھ لوگ جن میں شاہی حکیم بھی شامل تھا جعفر برمکی وزیر سے دشمنی رکھنے لگے تھے کہ وہ جابر بن حیان کی کیوں حمایت کرتا ہے۔

تیزاب سونے کے ڈلے پر گرا تو پیالے میں سے سفید رنگ کا ہلکا سا دھواں بلند ہوا۔ پھر یہ دھواں سیاہ رنگ کا ہوگیا۔ اس کے بعد دھواں غائب ہوگیا۔ جابر بن حیان کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے پیالہ اٹھایا اور خلیفہ ہارون الرشید کے تخت کے سامنے جاکر پیالہ خلیفہ کو دکھایا۔ پیالے میں ڈلا نہیں تھا۔ بلکہ اس کی جگہ اب سنہرا پانی تھا۔ سونا گل کر پانی بن چکا تھا۔

جابر بن حیان نے عرض کیا :

"ظلِ سبحانی! اللہ کے حکم سے میرا تجربہ اور میری ایجاد کامیاب ہوئی۔ یہ آپ کی علم دوستی اور سرپرستی کا بھی احسان ہے کہ آج میں اپنے تجربے اور تحقیق میں کامیاب ہوا اور دنیا کو ایک نئی ایجاد، ایک نئے مرکب سے روشناس کرایا۔"

خلیفہ ہارون الرشید کے منہ سے بے اختیار نکلا :

"مرحبا یا شیخ مرحبا! یہ سیال پانی شاہی حکیم کو بھی دکھایا جائے۔"

شاہی حکیم پہلے جابر بن حیان کی کامیابی پر حسد کے مارے جل رہا تھا، مگر خلیفہ کے آگے جابر کی تعریف کرنے پر مجبور تھا۔ پیالے میں پگھلے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

ہوئے سونے کو دیکھ کر بولا :

"بے شک حضور انور! جابر بن حیان اپنے علم میں بے مثال ہیں۔ سونا پگھل گیا ہے۔"

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے گلے سے قیمتی موتیوں کا ہار اتار کر جابر بن حیان کو بطور انعام دیا اور کہا :

"ہماری طرف سے تمھیں اپنی کیمیائی تحقیق اور تجربات جاری رکھنے کے لیے پوری آزادی ہے۔ اس کام میں جتنا خرچ ہوگا وہ تمھیں سرکاری خزانے سے ملا کرے گا۔"

جعفر برمکی وزیر بڑا خوش تھا۔ اس نے جابر بن حیان کو مبارک باد دی اور خلیفہ ہارون الرشید کی علم دوستی اور علم پرستی کی بے حد تعریف کی۔ اس کے بعد دربار برخاست ہوگیا۔ درباری بھی جابر بن حیان کو مبارک باد دے رہے تھے۔

شہزاد نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جس کا ذکر اس نے تاریخ کی کتابوں میں ہی پڑھا تھا۔ وہ اس تاریخی منظر کو ساری زندگی کبھی نہیں دیکھ سکتا تھا، مگر اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ اس کی ملاقات سانچی سے ہوگئی اور وہ اسے اسلامی تاریخ کے عظیم مسلمان سائنس دانوں سے ملوا رہا تھا اور شہزاد ان نامور مسلمان ہستیوں کو زندہ حالت میں چلتے پھرتے، انتھک محنت کرتے، تجربات کرتے، درس دیتے اور باتیں کرتے دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی نیلوفر کنیز اور جابر بن حیان کے ساتھ واپس حویلی میں آگیا۔ حویلی میں شیخ کے شاگرد پہلے ہی سے بیٹھے تھے۔ جب انھیں شیخ کی ایجاد کی کامیابی کی خبر ہوئی تو

وہ بھی شیخ کو مبارک باد دینے لگے۔ اس کے بعد شیخ جابر بن حیان اپنی مسند پر بیٹھ گئے اور اپنے شاگردوں سے مخاطب ہوکر فرمایا :

"یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ جس نے مجھے محنت سے کام کرنے کی توفیق عطا کی۔ میں نے اللہ کے حکم سے رات دن محنت کی۔ تجربات کیے، تحقیق کی اور آخر کامیابی نے میرے قدم چومے۔ میں تم سب سے یہی کہوں گا کہ محنت سے کبھی جی نہ چرانا۔ ہمیشہ اللہ پر بھروسا رکھنا اور جی لگا کر پڑھنا اور جو کچھ ایک بار اپنے استاد سے پڑھو اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔"

شہزاد کو معلوم تھا کہ وہ ۱۹۹۰ء کے جس زمانے سے نکل کر بارہ سو سال پہلے کے زمانے میں آیا ہے تو بیسویں صدی میں جابر بن حیان کی شہرت ساری دنیا میں پھیل چکی ہے اور یورپ اور امریکا کی یونی ورسٹیوں میں جابر بن حیان کے اصولوں کو سامنے رکھ کر طالب علموں کو کیمسٹری پڑھائی جاتی ہے۔ انھوں نے کہا :

استاد محترم! اللہ نے چاہا تو ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا میں آپ کا نام مشہور ہوجائے گا۔"

جابر بن حیان نے فرمایا :

"بیٹا! میرے تجربوں سے، میرے بتائے ہوئے علم کیمیا کے اصولوں سے اگر دنیا کو فائدہ پہنچ سکا تو میں اسے اپنی خوش قسمتی کہوں گا۔"

اس کے بعد جابر بن حیان درس دینے میں مصروف ہوگئے۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

ڈوبے جہاز کی بدروحیں

اب ہم سانچی کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔ ہم نے اسے آبیبی جہاز کے عرشے پر چھوڑا تھا۔ جب کہ آبیبی جہاز کے بادبان غیبی ہاتھوں نے کھول دیے تھے اور سمندر میں اس نے اپنا رخ بدل لیا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اب وہ کسی خاص جزیرے کی طرف بڑھنے لگا ہے۔ سانچی سانپ کی شکل میں جہاز کے عرشے پر سامنے کی جانب کنڈلی مارے بیٹھا دور سے نظر آنے والے ابھرے ہوئے دھبوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ کسی گمنام جزیرے کی پہاڑیاں تھیں۔

ایک بار پھر جہاز کے عرشے پر سانچی سانپ کو غیبی ملاحوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ ایک دوسرے کو آوازیں دے رہے تھے۔ مگر دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس وقت سورج غروب ہونے لگا تھا۔ اس کی سنہری روشنی سطح سمندر پر پھیل گئی تھی۔ جزیرہ قریب آرہا تھا۔ جہاز بڑی احتیاط کے ساتھ جزیرے کی طرف بڑھتا ہوا اس کے پیچھے کی جانب آکر ایک چھوٹی سی کھاڑی میں داخل ہوگیا۔ کھاڑی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سمندر خشکی میں اندر تک چلا گیا ہو اور اس کی دونوں جانب سے کناروں نے اسے آغوش میں لے لیا

ہو۔ جزیرے میں بے شمار درخت تھے۔ کہیں کہیں پہاڑیاں بھی نظر آرہی تھیں۔ غیبی ملاحوں نے جہاز کے بادبان اتار دیے تھے۔

جہاز ایک جگہ کنارے سے تھوڑی دور کھاڑی کے گہرے پانی میں کھڑا ہوگیا۔ اس کا لنگر اپنے آپ پانی میں گرنے لگا۔ سانچی بڑے غور سے اس آبیبی جہاز کی ایک ایک چیز کو تک رہا تھا۔ جہاز سے دو بڑی کشتیاں لٹک رہی تھیں۔ ایک بڑی کشتی کا رسّہ اپنے آپ کھلا اور وہ آہستہ آہستہ نیچے جاکر پانی کی سطح پر ٹک گئی۔ اوپر سے غیبی ملاحوں نے سیڑھی لگادی اور نظر نہ آنے والے ملاح اس میں سوار ہوتے گئے۔ کشتی بالکل ایسے ہی ہچکولے کھارہی تھی جیسے اس میں آدمی اتر رہے ہوں۔ ملاحوں کی آوازیں بھی آرہی تھیں، مگر سانچی سانپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کررہے ہیں۔ سیڑھی اوپر کھینچ لی گئی اور کشتی جو بہ ظاہر خالی نظر آرہی تھی اگرچہ نظر نہ آنے والے ملاح سوار تھے جزیرے کی طرف چل پڑے۔ اس کے چپو اپنے آپ چل رہے تھے۔

کشتی کنارے کے قریب جاکر موڑ گھومی اور کھاڑی کی دوسری جانب گھنے درختوں کی اوٹ میں نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

سانچی سانپ کچھ دیر جہاز پر ہی کنڈلی مارے بیٹھا رہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ جزیرے پر چل کر سراغ لگانا چاہیے کہ کہیں یہ افریقہ کے کسی ملک کا کوئی جزیرہ تو نہیں ہے کیونکہ سانچی سانپ کی منزل افریقہ ہی تھی۔ وہ جہاز کے پیندے پر رینگ کر سمندر میں اترگیا۔ کنارا وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ تیرتا ہوا کنارے پر پہنچ گیا۔ یہاں بہت زیادہ جھاڑیاں اور اونچی گھاس

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

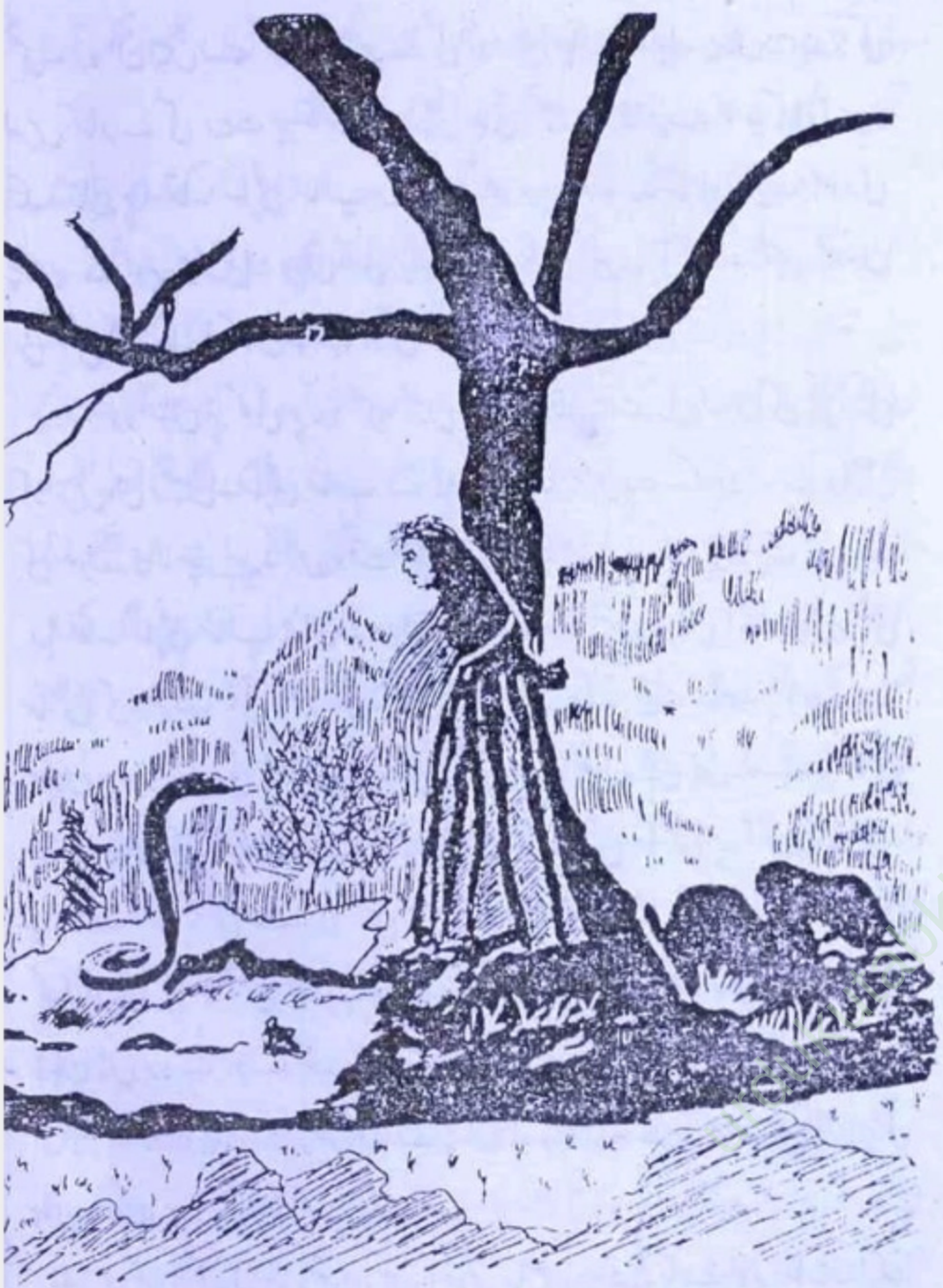

تھی۔ وہ ان میں سے گزرتا جزیرے کی دوسری جانب آگیا۔ یہاں سمندر کی لہریں کنارے کی ریت پر آکر واپس چلی جاتی تھیں۔ جزیرے کا یہ کنارا موڑ تک خالی پڑا تھا۔ سانچی سانپ ریت پر کچھ دیر تک رینگتا ہوا ایک بھوری چٹان کے اوپر بیٹھ گیا۔ وہاں کوئی جانور وغیرہ بھی نظر نہ آتا تھا۔ غیبی ملاحوں کی کشتی بھی جانے کہاں غائب ہوگئی تھی۔

درختوں پر کوئی پرندہ بھی نہیں تھا۔ صرف سمندری لہروں کی ہلکی ہلکی آوازیں ہی تھیں۔ سانچی سانپ نے فیصلہ کیا کہ جزیرے کے دوسرے ساحل کی طرف چلنا چاہیے۔ اس وقت شام کا دھندلکا جزیرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ سانچی سانپ چٹان سے اترا تو اسے دور سمندر میں ایک بڑی کشتی ساحل کی طرف آتی نظر آئی۔ کشتی میں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ انھوں نے سروں پر درختوں کی شاخیں لگا رکھی تھیں اور ہاتھوں میں نیزے تھے۔ سانچی سانپ چٹان کی اوٹ میں سے انھیں دیکھنے لگا۔ کشتی ساحل پر آکر رک گئی۔ یہ سات آٹھ جنگلی تھے۔ وہ کشتی میں سے ایک سانولے رنگ کی نوجوان لڑکی کو اتارنے کی کوشش کررہے تھے۔ لڑکی کشتی سے نہیں اتر رہی تھی۔ وہ اپنی زبان میں روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مجھے یہاں نہ چھوڑو۔ مجھے یہاں نہ چھوڑو۔ میں تمھارے پاؤں پڑتی ہوں۔ مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

مگر جنگلی اسے ہاتھوں میں اٹھاکر ساحل پر لے آئے اور سامنے ایک درخت کے ساتھ رسی سے اچھی طرح سے باندھ دیا۔ لڑکی رو رہی تھی اور ان کی منتیں کررہی تھی کہ مجھے یہاں نہ چھوڑو۔ سانچی سانپ خاموشی سے یہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ سانولی سی نوجوان لڑکی کو جس کی عمر پندرہ سولہ سال سے زیادہ نہ تھی جنگلیوں نے اس طرح درخت سے باندھا تھا کہ وہ سوائے اپنے سر کے جسم کا کوئی حصہ نہ ہلا سکتی تھی۔ جنگلی جب لڑکی کو باندھ چکے تو وہ جزیرے کی طرف منہ کر کے سجدے میں گر گئے۔ ایک جنگلی نے جو ان میں سب سے بوڑھا تھا سر اٹھایا اور ہاتھ باندھ کر بولا :

"اے جزیرے کے دیوتا ہماری قربانی قبول کر۔"

اور پھر وہ سارے کے سارے جنگلی کوئی گیت گاتے واپس کشتی میں جا کر سوار ہو گئے اور کشتی کھلے سمندر کی طرف روانہ ہو گئی' سانچی سانپ آہستہ آہستہ رینگتا درخت سے بندھی لڑکی کی طرف بڑھا۔ لڑکی نے رونا بند کر دیا تھا' مگر اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف اور دہشت تھی۔ چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ جیسے اسے کسی جلاد کے آنے کا ڈر لگا ہو جو آتے ہی اس کی گردن اڑا دے گا۔

سانچی سانپ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جزیرے کے دیوتا کا کیا راز ہے اور جنگلی اسے یہاں کیوں چھوڑ گئے ہیں۔ وہ رینگ کر لڑکی کے سامنے آ گیا۔ سانچی چونکہ جن تھا اس لیے وہ دنیا کی ساری زبانیں یہاں تک جنگلیوں کی بولیاں بھی سمجھ اور بول لیتا تھا۔ صرف آسیبی جہاز کے ملاحوں کی زبان اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ سانچی سانپ نے پہلے انسانی آواز میں پھر لڑکی کی جنگلی زبان میں کہا :

"تم کون ہو اور یہ لوگ تمھیں کس حال میں چھوڑ گئے ہیں؟"

لڑکی بے ساختہ چیخی۔ وہ سانچی کی آواز سے ڈر گئی تھی۔ روتے ہوئے

بولی :

"تمھیں سمندر کے دیوتا کی قسم مجھے ہلاک مت کرنا۔ میں بے قصور ہوں۔ میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے۔ تم نے مجھے کھا لیا تو وہ بھی زندہ نہ رہے گا۔ مجھے مت کھانا۔ مجھے مت کھانا۔"

سانچی سانپ نے گھاس میں سے اپنا پھن اٹھایا اور کہا :

"گھبراؤ نہیں بہن! میں تمھیں کھانے نہیں بلکہ بچانے آیا ہوں۔"

لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے سانچی سانپ کو تک رہی تھی۔ اس کے ہونٹ خوف کے مارے سفید پڑ گئے تھے۔

"تم سانپ کی شکل میں آئے ہو۔ مجھے مت کھانا۔ مجھے مت مارنا۔ میرا بھائی چھوٹا ہے۔ اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔"

سانچی سانپ ذرا آگے ہو گیا اور کہنے لگا :

"تم خوامخواہ گھبرا رہی ہو۔ میں نے تم سے کہہ جو دیا کہ میں کوئی جنگلی دیوتا وغیرہ نہیں ہوں بلکہ تمھاری طرح کا ایک لڑکا ہوں جس کو طلسم کے اثر سے سانپ بنا دیا گیا ہے۔ میں تمھاری جان بچانے آیا ہوں۔ میں نے جنگلیوں کو دیکھ لیا تھا کہ وہ تمھیں درخت سے باندھ کر چلے گئے ہیں۔ اب تم تسلی رکھو۔ میں تمھاری رسیاں کاٹنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جنگلی لڑکی ابھی تک خوف زدہ تھی۔ لیکن جب سانچی سانپ نے اپنے دانتوں سے ساری رسیاں کاٹ ڈالیں اور لڑکی آزاد ہو گئی تو اسے کچھ کچھ یقین آنے لگا کہ یہ سانپ اسے کچھ نہیں کہے گا۔ سانچی سانپ نے لڑکی کو زیادہ سوچنے کا موقع نہ دیا اور بھائیوں جیسی شفقت کے ساتھ بولا :

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھو۔ تم میری چھوٹی بہن ہو۔ مجھ سے بالکل نہ گھبراؤ۔ میں سانپ نہیں ہوں۔ طلسم نے مجھے سانپ بنادیا ہے۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔ تمھیں پھر کسی وقت سناؤں گا۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس جزیرے پر تمھیں قربانی کے لیے کیوں لایا گیا ہے۔ یہ کون سا جزیرہ ہے۔ اس کے قریب کون سا ملک ہے؟"

لڑکی کا خوف اب دور ہوگیا تھا۔

وہ سانچی سانپ کے سامنے گھاس پر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی :

"میرا نام شومالہ ہے۔ میں یہاں سے قریب ہی جزیرے میں رہتی ہوں۔ میں ایک یتیم لڑکی ہوں۔ گاؤں کے لوگوں کے گھروں میں کام کاج کرکے اپنا اور اپنے بھائی کا پیٹ پالتی ہوں۔ آج سے دو برس پہلے کی بات ہے کہ ایک رات سمندر میں بڑا خوف ناک طوفان آیا۔ اس وقت ہمارے جزیرے کے قریب سے ایک جہاز گزر رہا تھا۔ وہ جہاز سمندری طوفان میں غرق ہوگیا۔ پھر ایسا ہوا کہ اگلے مہینے اسی رات کو جس رات طوفان آیا تھا وہی ڈوبا ہوا جہاز سمندر سے نکل آیا۔ لوگوں نے ایک خوف ناک آواز سنی جو کہہ رہی تھی کہ میں ڈوبے ہوئے جہاز کا کپتان ہوں۔ میرملاح بھوکے ہیں۔ ہمیں ایک زندہ لڑکی کھانے کے لیے دو نہیں تو ہم تم سب کو کھاجائیں گے۔ جزیرے کے لوگوں میں افراتفری مچ گئی۔ اتنے میں ایک لڑکی کے پیٹ میں کسی طرف سے ایک غیبی خنجر آکر لگا اور وہ چیخ مارکر گرپڑی اور تڑپنے لگی۔ لوگوں کے دیکھتے دیکھتے جہاز کی بد روحوں نے اس کی تکا بوٹی کردی اور اسے کھاگئے۔ جزیرے کے لوگ سجدے میں گرگئے۔ ڈوبے ہوئے جہاز کے کپتان

کی روح کی آواز دوبارا بلند ہوئی۔ اس نے کہا کہ ہر مہینے کی اسی رات کو ایک لڑکی قریبی جزیرے پر پہنچادیا کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔ تب سے لے کر آج تک ایسا ہوتا ہے کہ ہر ماہ طوفان کی رات کو ہمارے جزیرے کی ایک لڑکی کو پکڑ کر اس جزیرے میں لاکر درخت سے باندھ دیا جاتا ہے اور پھر آدھی رات کے بعد ڈوبے جہاز کی بد روحیں آکر اس کی تکا بوٹی کرکے اسے کھاجاتی ہیں۔ میرے ساتھ بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ تم نے مجھے آزاد تو کردیا ہے، مگر میں ڈوبے جہاز کی بد روحوں سے نہ بچ سکوں گی۔ تم میرے ساتھ اپنے جان خطرے میں نہ ڈالو وہ بد روحیں تمھیں بھی زندہ نہ چھوڑیں گی۔"

یہ کہہ کر سہمی ہوئی نظروں سے درختوں کی طرف دیکھنے لگی۔

سانچی سانپ کے سامنے غیبی جہاز کا معما بھی حل ہوگیا تھا۔ شاید یہ اس غیبی جہاز کی بدروحیں تھیں جو جزیرے پر ہر ماہ ایک خاص رات کو آکر ایک لڑکی کو ہڑپ کرجاتی تھیں اور جس میں سوار ہوکر سانچی خود ایک سانپ کی شکل میں وہاں پہنچا تھا۔ اسے یہ خدشہ بھی تھا کہ کہیں واقعی آسیبی جہاز کی بد روحیں یہاں آکر اس لڑکی کو ہڑپ نہ کرجائیں۔ لیکن سانچی کے دل میں سوائے اللہ کے اور کسی کا خوف نہیں تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ ان بدروحوں کا مقابلہ کرسکے گا۔ وہ ہر حالت میں شومالہ یعنی اس معصوم جنگلی لڑکی کی جان بچانا چاہتا تھا۔ اس نے شومالہ سے کہا :

"تم نے جو کچھ کہا میں نے سن لیا۔ اب میری بات بھی غور سے سنو۔ میں تمھیں ڈوبے جہاز کی بد روحوں کا شکار نہیں بننے دوں گا۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

شومالہ نے سہمی ہوئی آواز میں کہا :

"لیکن اس سے پہلے کئی لڑکیاں ان کا لقمہ بن چکی ہیں۔ انھیں اس جزیرے پر رات کو چھوڑ دیا گیا اور پھر وہ کہیں دکھائی نہیں دیں۔"

ساچی نے جواب میں کہا :

"میں ان لڑکیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میں تمھیں اتنا یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کی مدد سے میں تمھاری جان بچالوں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ساچی سانپ جنگلی لڑکی شومالہ کو سمندر کے کنارے ایک بڑی چٹان کے غار میں لے گیا۔ اس وقت رات کا اندھیرا چھاگیا تھا۔ ساچی نے لڑکی سے کہا :

"تم یہاں خاموشی سے بیٹھی رہو اور جب تک میں واپس نہ آجاؤں ہرگز باہر قدم رکھنا۔"

شومالہ نے ڈرتے ہوئے کہا :

"بدروحوں کے آنے کا وقت ہونے والا ہے۔ وہ مجھے یہاں آکر کھاجائیں گی۔"

ساچی سانپ نے ایک بار اسے تسلی دیتے ہوئے کہا :

"یقین کرو بدروحیں اس غار میں داخل نہیں ہوسکیں گی میں غار کے باہر بیٹھ کر پہرہ دوں گا اور تمھارے پاس بھی آتا رہوں گا۔ تم بالکل نہ گھبراؤ۔"

یہ کہہ کر ساچی سانپ غار سے باہر آگیا۔ سامنے سمندر رات کے

اندھیرے میں سیاہ چادر کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ ساچی سانپ غار کے آگے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ ساچی سانپ کو ہر دم یہ احساس رہتا تھا کہ وہ مسلمان ہے اور اس پر کسی غفلت کی گھڑی سامری کے جادو کا اثر ہوگیا تھا۔ جس وقت اس پر سامری کا جادو چلا اس وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل تھا۔ اسے شہزاد کا خیال آگیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اللہ جانے وہ کہاں ہوگا۔ وہ اپنے شہر کراچی لوٹ بھی گیا ہوگا کہ نہیں۔ اسے تو اب کی بار عظیم مسلمان سائنس داں جابر بن حیان سے ملوانا تھا جو بغداد میں خلیفہ ہارون الرشید کے دربار سے وابستہ ہیں۔ ساچی نے دل میں طے کیا کہ انسانی شکل میں آتے ہی وہ افریقہ سے سیدھا بغداد کوچ کرجائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شہزاد سے وہیں ملاقات ہو۔

لیکن اس وقت تو اسے ڈوبے جہاز کی بدروحوں سے جنگلی لڑکی کی جان بچانی تھی۔ اچانک اسے جزیرے کی طرف سے عجیب وغریب آوازیں آتی سنائی دیں۔ جیسے کچھ آدمی خشک اور ڈراؤنی آوازوں میں ایک دوسرے کو بلا رہے ہوں۔ ساچی ہوشیار ہوگیا۔ ضرور بدروحوں کو جنگلی لڑکی کے غائب ہوجانے کا پتا چل گیا ہے اور وہ اسے جزیرہ میں تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔ ساچی تیزی سے غار کے اندر چلا گیا۔ جنگلی لڑکی شومالہ نے بھی یہ آوازیں سن لی تھیں اور وہ خوف کے مارے کانپ رہی تھی۔ ساچی سانپ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

''شومالہ لگتا ہے جزیرے میں کچھ لوگ کہیں سے آگئے ہیں میں ابھی جاکر پتا کرتا ہوں۔ تم اسی جگہ رہنا باہر مت نکلنا۔ میں غار کے قریب ہی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رہوں گا۔"

یہ کہہ کر سانچی سانپ تیزی سے باہر نکل گیا۔ باہر خاموشی طاری تھی۔اس تاریکی میں اچانک دو چراغ جلتے نظر آنے لگے۔ یہ چراغ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ان کی روشنی سرخ تھی۔ سانچی سانپ چٹان سے اتر کر سمندر کی ساحلی ریت پر آگیا۔ چراغ اندھیرے میں ایک جگہ ساکت ہوگئے۔

وہ سوچنے لگا یہ چراغ کس نے روشن کر رکھے ہیں۔ چل کر پتہ کرنا چاہیے۔ وہ چراغوں کی طرف رینگنے لگا۔ جب ان کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ یہ چراغ اصل میں ایک بڑے اژدھے یعنی بڑے سانپ کی دو آنکھیں تھیں جو اژدھے تاریکی میں چراغوں کی مانند چمک رہی تھیں۔ سانچی سانپ وہیں رک گیا اور اژدھے کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ اژدھا ایک درخت کے نیچے کنڈلی مارے بیٹھا تھا اور اس کا چھتری جیسا پھن اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔ سانچی سانپ واپس مڑنے لگا تو اژدھے کی آواز آئی :

"سانچی! کیا مجھ سے ملے بغیر ہی چلے جاؤ گے؟"

یہ بات اژدھے نے سانپوں کی زبان میں کہی تھی۔ سانچی وہیں رک گیا اور بولا :

"تم کون ہو؟"

اژدھا بولا : "میں تمھارا پرانا دوست گارچی ہوں۔ کیا تمھیں یاد نہیں ہم دونوں اکٹھے بغداد کے ایک باغ میں کھیلا کرتے تھے۔" اچانک سانچی کو سب یاد آگیا۔ وہ ابھی بچہ سا تھا اور اپنے گھر سے نکل کر بغداد کے ایک باغ میں پھول توڑنے گیا تھا کہ جھاڑیوں میں سے ایک سانپ نکل کر

اس کے سامنے آگیا۔اس سانپ نے سانچی کو ڈسنا چاہا۔سانپ آگے بڑھا تو پیچھے سے دوسرے سانپ نے نکل کر دشمن سانپ کو منہ میں لے کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔

سانچی ابھی بچہ تھا مگر اس کے پاس عقل بڑوں جتنی تھی۔ وہ دوسرے سانپ کی طرف احسان بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ دوسرے سانپ نے کہا : "میرے دوست میرا نام گارچی ہے۔ مجھے بچوں سے بڑی محبت ہے۔ اسی لیے میں نے اس ظالم سانپ سے تمھاری جان بچائی ہے۔ کیا تم میرے دوست بنو گے اور میرے ساتھ کھیلو گے؟"

دوسرا سانپ بھی چھوٹا سا تھا۔ سانچی بولا :

"ہاں گارچی۔ آج سے تم میرے دوست ہو اور میں تم سے ہر روز کھیلنے آیا کروں گا۔"

چنانچہ سانچی گارچی سانپ کے ساتھ باغ میں دیر تک کھیلتا رہا پھر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ اب سانچی روز گارچی سانپ سے کھیلنے باغ میں آجاتا۔ دونوں دوست کچھ دیر کھیلتے اور پھر اگلے روز آنے کا وعدہ کر کے اپنی اپنی راہ لیتے۔اس طرح کئی مہینے گزر گئے۔ ایک دن سانچی باغ میں گیا تو گارچی سانپ نہ آیا۔ دوسرے دن بھی نہ آیا۔ سانچی اسے یاد کر کے اداس ہوگیا۔ اس کے بعد گارچی سے پھر کبھی ملاقات نہ ہوئی۔ اب گارچی ملا تو وہ ایک بڑا اژدھا بن چکا تھا۔

گارچی اژدھے نے کہا :

"آج ہم شاید ایک ہزار سال بعد ملے ہیں۔ بات یہ تھی کہ اس روز

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں تمھارے ساتھ کھیلنے آرہا تھا کہ راستے میں ایک سپیرے نے مجھے اٹھا کر ٹوکرے میں بند کرلیا اور اپنے ساتھ قافلے میں شامل کرکے ملک فارس کی طرف لے گیا۔ اس نے مجھ پر کچھ ایسا جادو سا کردیا تھا کہ مجھے کوئی ہوش نہ رہا تھا۔ میں اس کے پاس پچاس برس تک رہا۔ جب سپیرا مرنے لگا تو اس نے مرنے سے پہلے مجھے دوسرے سپیرے کے سپرد کردیا۔ یوں جب میں بڑا ہوا تو میرے اندر کی ساری خفیہ صلاحیتیں بیدار ہوگئیں اور میں ملک ملک ،صحرا صحرا، جنگل جنگل پھرتا پھراتا آخر اس جزیرے میں آکر رہنے لگا۔ مگر یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے آگئے اور آدھی رات کو اس چٹان کے اوپر کیا کررہے ہو؟ میں نے تمھیں تمھاری بو سے پہچان لیا تھا اور میں سمجھ گیا تھا کہ تم سانچی ہی ہو اور کسی جادوگر نے تمھیں جادو سے سانپ بنادیا ہے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا مجھے اپنی ساری کہانی سناؤ دوست!"

سانچی سانپ نے گارچی اژدھے کو اپنی ساری کہانی سنادی۔ گارچی اژدھا تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوگیا۔ پھر کہنے لگا :

"میرے دوست! سب سے پہلے ہمیں اس بے گناہ یتیم لڑکی کو بدروحوں کے ظلم و ستم سے بچانا ہوگا۔"

"یہ ہم کیسے کرسکیں گے گارچی! ڈوبے جہاز کی بد روحیں ہمیں بھی نقصان پہنچاسکتی ہیں۔"

گارچی اژدھا بولا : "میں ایک عرصے سے اس جزیرے میں رہ رہا ہوں مگر ان بدروحوں سے آج تک پالا نہیں پڑا۔ لیکن مجھے ان بدروحوں کو بھگانے کا منتر آتا ہے۔ چلو اس غار کی طرف چلو جہاں شومالہ چھپی ہوئی

ہے۔"

اس وقت جنگل میں بد روحوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔ یہ آوازیں پہلے چیخوں کی شکل میں تھیں پھر ایسے لگنے لگیں جیسے وہ کسی کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کررہی ہوں۔ گارچی اژدھا اور سانچی سانپ چٹان کے پاس آکر ریت پر ہی رک گئے۔ سانچی نے کہا :

"اس چٹان کے اوپر جو غار ہے اس غار میں جنگلی لڑکی کو میں نے چھپادیا ہے۔"

گارچی اژدھا بولا :

"تم اس کے پاس جاؤ۔ وہ ڈر رہی ہوگی میں ان بد روحوں کو سنبھالتا ہوں۔ تم غار سے نہ نکلنا۔"

سانچی اوپر غار میں آگیا۔ شومالہ کا خوف کے مارے برا حال ہورہا تھا۔ سانچی نے اسے تسلی دی اور کہا کہ اس کا دوست ان کی مدد کو پہنچ گیا ہے اور اب ڈوبے جہاز کی بد روحیں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

بد روحوں کی آوازیں چٹان کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان بد روحوں کو علم ہوگیا تھا کہ جس جنگلی لڑکی کو انھیں ہڑپ کرنا تھا وہ سمندری چٹان کے غار میں چھپی ہوئی ہے۔ چٹان کے نیچے گارچی اژدھا کنڈلی جمائے بیٹھا تھا۔ اس کی سرخ آنکھیں جنگل کے اندھیروں پر لگی تھیں۔ بد روحوں کی آوازیں اس طرف سے اسی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ گارچی اژدھا نے دیکھا کہ جہاں درختوں کی قطاریں ختم ہوتی تھیں اور ریتیلا ساحل شروع ہوتا تھا وہاں اندھیرے میں سے کچھ بد روحیں جنھوں نے بحری ڈاکوؤں کا لباس پہن

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

رکھا تھا اور جن کے ہاتھوں میں چھرے تھے، کانوں میں بالیاں تھیں باہر نکل کر چٹان کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

گارچی اژدھے کا جبڑا اپنے آپ آہستہ آہستہ کھلتا گیا۔ یہ بد روحیں ڈوبے ہوئے جہاز کے خونی بحری ڈاکوؤں کی تھی۔ ان کا ڈاکو کپتان آگے آگے تھا۔ وہ ایسے آگے بڑھ رہے تھے جیسے خواب میں چل رہے ہوں۔ ان کا رخ چٹان کی طرف تھا۔ اچانک بحری ڈاکوؤں کے کپتان کی نظر گارچی اژدھے پر پڑی۔ اس نے چھرے والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور اپنی زبان میں چلا کر کہا :

"اس اژدھے کے ٹکڑے اڑا دو۔ یہ ہمارے شکار کو چھپائے بیٹھا ہے۔"

یہ آواز سانچی، سانپ نے بھی غار میں سن لی۔ سمجھ گیا کہ ڈوبے جہاز کی بد روحیں جنگلی لڑکی شومالہ کو حاصل کرنے وہاں پہنچ گئی ہیں۔ بحری ڈاکوؤں کی بد روحیں ایک پل کے لیے رک گئیں۔ پھر انھوں نے اپنے کپتان کے حکم سے اپنے چھرے اندھیرے میں لہرائے اور گارچی اژدھے کو ہلاک کرنے آگے بڑھے۔ گارچی اژدھا بھی مقابلے کے لیے بالکل تیار تھا۔ جونہی بحری ڈاکوؤں کی بد روحیں چٹان کے قریب آئیں گارچی اژدھے کے منہ سے تیز پھنکار کے ساتھ ایک شعلہ نکلا اور اس نے ساری کی ساری بد روحوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بد روحیں چیخ رہی تھیں، چلا رہی تھیں۔ زمین پر گر کر تڑپ رہی تھیں اور آگ ان کے نظر نہ آنے والے جسموں کو جلا کر راکھ کر رہی تھیں۔ اژدھے کی پھنکار کے شعلے موت بن کر بد روحوں پر گر رہے تھے۔ بد روحوں کی چیخ پکار غار میں صرف سانچی ہی سن سکتا تھا۔ شومالہ ڈری

ڈری خاموش بیٹھی تھی۔ اسے بد روحوں کی چیخیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔

جب بد روحیں جل کر راکھ ہو گئیں تو جزیرے پر ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔ گارچی اژدھے نے سانپوں کی زبان میں سانچی کو آواز دی۔ اپنے دوست اژدھے کی آواز سن کر سانچی سانپ نے جنگلی لڑکی سے کہا :

"میرے دوست گارچی نے ہمارے دشمنوں کو ختم کر دیا ہے۔ تم ٹھیرو۔ میں نیچے جا کر پتا کرتا ہوں۔"

سانچی نیچے آیا تو گارچی اژدھا اس جگہ دائرے میں چکر لگا رہا تھا جہاں زمین پر چھے سات بحری ڈاکوؤں کی بد روحوں کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ یہ ہڈیاں جل کر سیاہ پڑ چکی تھیں۔ گارچی نے کہا :

"سانچی! اب یہ بد روحیں پوری طرح سے مر چکی ہیں۔ اب یہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ جنگلی لڑکی کو نیچے لے آؤ۔"

سانچی غار میں رک گیا اور شومالہ کو اپنے ساتھ نیچے لے آیا۔ اس نے گارچی اژدھے سے شومالہ کا تعارف کرایا۔ شومالہ نے اتنا بڑا اژدھا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گارچی اژدھے نے انسانی زبان میں شومالہ سے کہا :

"شومالہ بہن! اللہ کی مدد سے ان بد روحوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اب تمھارے جزیرے کی کسی عورت کو ان پر قربان نہیں کیا جائے گا۔ اللہ نے ان سب کی جانیں بچالی ہیں۔ میرے ساتھ آؤ میں تمھیں ان بد روحوں کا جہاز دکھاتا ہوں۔"

وہ تیز تیز چلتے جزیرے کے دوسرے کنارے پر آگئے۔ ستاروں کی

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نیلی روشنی میں بد روحوں کا بحری جہاز کھاڑی میں کھڑا تھا۔ گارچی اژدھے نے اس پر آتشی پھنکار پھینکی۔ جہاز کو فوراً آگ لگ گئی اور وہ شعلوں کی لپیٹ میں آکر جلنے لگا۔ ان کی نظروں کے سامنے جہاز جل گیا اور سمندری کھاڑی پر اس کے بچے ہوئے لکڑی کے تختے بھی ایک ایک کرکے پانی میں غائب ہوگئے۔ گارچی اژدھا کہنے لگا :

"یہ جہاز بحری ڈاکوؤں کی بد روحوں کے ساتھ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے سمندر میں غرق ہوگیا ہے۔"

جنگلی لڑکی شومالہ کہنے لگی :

"میرے جزیرے کے لوگ نہیں مانیں گے کہ بد روحوں کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ وہ ہر ماہ کسی نہ کسی بد نصیب لڑکی کو اس جزیرے پر چھوڑ جایا کریں گے جو جنگلی درندوں کی خوراک بن جائے گی۔"

گارچی اژدھے کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ جیسے اسے غصہ آگیا ہو۔ اس نے غصیلے لہجے میں کہا :

"اگر کسی جنگلی نے ایسا کیا تو میں اس کے سارے خاندان کو جلاکر خاک کردوں گا۔ تم میرے ساتھ اپنے جزیرے پر چلو۔"

صبح ہوئی تو اژدھا گارچی سمندر کی سطح پر کنڈل مار کر بیٹھ گیا۔ سانچی اور جنگلی لڑکی شومالہ اژدھے کے کنڈل پر بیٹھ گئے۔ اژدھے نے سمندر میں شومالہ کے جزیرے کی طرف تیرنا شروع کردیا۔ کچھ دیر بعد وہ جزیرے کے قریب پہنچ گئے۔ ساحل پر کچھ جنگلی مچھلی کا شکار کررہے تھے۔ انھوں نے اپنے جزیرے کی یتیم لڑکی شومالہ کو ایک بہت بڑے اژدھے کی گود میں بیٹھ کر

سمندر پر سفر کرتے دیکھا تو نیزے پھینک کر درختوں کی طرف دوڑے۔ بستی میں جاتے ہی انھوں نے شور مچادیا۔

"شومالہ زندہ ہوگئی۔ اژدھے کو لے کر واپس آئی ہے۔ بھاگو۔ بھاگو۔ وہ جادوگرنی ہے۔"

جنگلیوں کا سردار نیزہ لیے اپنے جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ اس نے ساری بات سن کر گرج دار آواز میں کہا :

"دیوتاؤں کی قسم ہم شومالہ سمیت اژدھے کے بھی ٹکڑے اڑا دیں گے۔ شومالہ جزیرے کے دیوتا کو دھوکا دے کر زندہ واپس آگئی ہے۔ وہ ہم سے نہیں بچ سکے گی۔ چلو میرے ساتھ۔"

سارے جنگلی سردار کے پیچھے نیزے لہراتے ساحل سمندر کی طرف دوڑ پڑے۔ سانچی اور شومالہ کچھ گھبرائے۔ انھوں نے گارچی کی پوری طاقت ابھی نہیں دیکھی تھی۔ گارچی اژدھا بھی غافل نہیں بیٹھا تھا۔ جونہی جنگلی لوگ اپنے سردار کے ساتھ گارچی اور سانچی کی طرف بڑھے گارچی اژدھے کے منہ سے ایک بہت بڑا شعلہ ایسے نکلا جیسے کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔ ایک زبردست گونج اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ شعلے نے تمام جنگلی خونخواروں کو ان کے ظالم سردار سمیت اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ سارے کے سارے انگاروں میں تبدیل ہوگئے۔ انھیں خوف ناک شعلوں نے تڑپنے کا بھی موقع نہ دیا۔

جزیرے کے دوسرے جنگلیوں نے جب یہ ڈراؤنا منظر دیکھا تو ایک دم سے اژدھے کے آگے سجدے میں گرپڑے۔ گارچی اژدھے نے بلند آواز

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں ان کی زبان میں کہا :

"جن وحشی درندوں نے یہاں کی بے گناہ لڑکیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ غور سے سنو۔ جزیرے کا دیوتا بھی جل کر راکھ ہوچکا ہے۔ آج سے کوئی لڑکی جزیرے میں قربانی کے لیے نہیں بھیجی جائے گی۔ اب شومالہ قبیلے کی سردار ہے اور تم اسی کے حکم پر چلو گے۔"

تمام جنگلیوں نے ایک آواز ہو کر کہا :

"عظیم دیوتا! تمھارے حکم کی پابندی کی جائے گی۔ شومالہ ہماری سردار ہے۔"

سب جنگلی خوشی سے ناچنے لگے۔ شومالہ کو بھی یہ توقع نہیں تھی کہ اسے جزیرے کا سردار بنادیا جائے گا۔اس کا بھائی بھاگ کر اپنی بہن کے پاس آیا۔ شومالہ نے چھوٹے بھائی کو پیار کیا اور بولی :

"بھیا!اب ہم اپنے گھر میں خوشی خوشی رہیں گے۔"

اسی روز جزیرے کے لوگوں نے شومالہ کی تاجپوشی کی اور اس کے سردار بن جانے کا باقاعدہ اعلان کردیا گیا۔ اس کے بعد وہاں بہت بڑا جشن منایا گیا۔ایک دن اور ایک رات جزیرے پر گزارنے کے بعد سانچی نے اپنے دوست گارچی اژدھے سے کہا :

"دوست!اب مجھے اپنے اوپر کیے گئے طلسم کو توڑنے کے لیے افریقہ جانا ہوگا تا کہ میں سفید کلغی والے سانپ کا منکا حاصل کرکے پھر سے انسانی شکل میں آجاؤں۔"

گارچی اژدھا بولا :

"میرے دوست! مجھے افسوس ہے کہ افریقہ میری حدود سے باہر ہے اور وہاں میری طاقت کام نہیں کرتی۔ ورنہ میں تمھارے ساتھ چلتا اور سفید سانپ کا منکا حاصل کرنے میں تمھاری مدد کرتا۔ لیکن ایک بات میں ضرور کرسکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ افریقہ میں میرا ایک دوست نیلم سانپ رہتا ہے۔ تم میرا منکا اسے جاکر دینا۔ وہ ضرور تمھاری مدد کرے گا۔"

سانچی نے پوچھا :

"یہ نیلم سانپ مجھے کہاں ملے گا۔"

گارچی اژدھے نے جواب دیا :

"تم افریقہ کے ساحل پر قدم رکھو تو منجارو پہاڑ کی بلند چوٹی دور سے دکھائی دے گی۔ نیلم سانپ اسی پہاڑ کے دامن میں نیلی جھیل کے کنارے رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے میرے منکے کی بو پاکر وہ خود تمھارے پاس آجائے۔"

سانچی سانپ اگلے روز گارچی اژدھے کے ساتھ ہی سمندر میں روانہ ہوگیا۔ ان کا رخ افریقہ کے ساحل کی طرف تھا۔

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

افریقہ کا سفر

وہ سمندر میں دو دن تک سفر کرتے رہے۔

تیسرے دن ایک چھوٹے سے جزیرے میں پہنچ کر گارچی اژدھے نے سانچی سے کہا :

"یہاں میری حد ختم ہوتی ہے۔ میں اس کے آگے نہیں جاسکتا۔ اب آگے افریقہ کے جنوبی ساحل تک کا سفر تمھیں اکیلے ہی طے کرنا ہوگا۔"

"جنوبی ساحل یہاں سے کتنا دور ہوگا؟" سانچی سانپ نے پوچھا۔

گارچی کہنے لگا :

"زیادہ دور نہیں ہے۔ اگر تم اسی وقت اپنا سفر شروع کردو تو شام ہونے تک افریقہ کے جنوبی ساحل پر پہنچ جاؤ گے۔ مجھے افسوس ہے میرے دوست کہ آگے تمھیں اکیلے ہی سفر کرنا ہوگا' لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ نیلم سانپ وہاں تمھاری ضرور مدد کرے گا۔"

اس کے بعد گارچی اژدھے نے سانچی سانپ کو پنا منکا دیا جو اس نے اپنے منہ میں رکھ لیا' گارچی کا شکریہ ادا کیا اور اللہ کا نام لے کر سمندر میں اتر گیا۔

نونہالو! ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے واپس بغداد کی طرف چلیں اور معلوم کریں کہ شہزاد وہاں کس حال میں ہے۔ شہزاد بغداد میں جابر بن حیان کی کنیز نیلوفر کی حویلی کے ایک کمرے میں ہی ٹھیرا ہوا تھا۔ وہ ہر روز عظیم مسلمان سائنس داں جابر بن حیان کا درس سنتا اور اپنی معلومات میں اضافہ بھی کرتا اور اس نامور کیمیا داں اور طبیب کے بے پناہ علم اور کیمسٹری میں ان کی ایجادات پر حیران بھی ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ جابر بن حیان بارہ سو سال پہلے بغداد میں ماڈرن کیمسٹری کی بنیاد رکھ رہے تھے۔ وہ ایسے ایسے تجربات کرتے کہ شہزاد بھی دنگ رہ جاتا۔ جابر بن حیان اپنے تجربات کی بنیاد پر علم کیمیا یعنی کیمسٹری کے بارے میں جو بعض نظریات قائم کررہے تھے ان سب کی بارہ سو سال بعد یورپ اور امریکا کی لیبارٹریوں میں تصدیق ہونے والی تھی یعنی وہ سچ ثابت ہورہے تھے۔ شہزاد یہ سوچ کر بڑا فخر محسوس کرنے لگا تھا کہ یورپ نے سائنس میں جتنی بھی ترقی کی وہ مسلمان سائنس دانوں کے دکھائے ہوئے راستوں پر چل کر ہی کی ہے۔

شہزاد کو علم حاصل کرنے کا جو شوق تھا اس کو دیکھ کر جابر بن حیان بھی اس کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے اور اس کی قدر کرنے لگے۔ شہزاد نے ابھی تک اس عظیم مسلمان کیمیا داں کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ بارہ سو سال آگے کے زمانے یعنی اسلامی جمہوری ملک سے آیا ہے۔ ایک بار شہزاد کی زبان سے کیمسٹری کا انگریزی لفظ نکل گیا تو جابر بن حیان نے قدرے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کہا :

"یہ تم نے کون سا لفظ بولا ہے شہزاد؟ ذرا پھر سے دہرانا۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

شہزاد کچھ پریشان سا ہوگیا، مگر جابر بن حیان وہ لفظ سن چکے تھے۔ ان کے اصرار پر شہزاد نے کہا :

"کیمسٹری کا لفظ بولا تھا استاد مکرم میں نے یہ"

جابر بن حیان نے مسکرا کر کہا :

"یہ لفظ ملک روما میں علم کیمیا کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا تم روم میں رہے ہو شہزاد؟"

شہزاد نے جھوٹ نہیں بولا۔ کہنے لگا :

"استاد محترم! میں ملک روما میں تو نہیں گیا لیکن ایک رومی عالم سے میں نے یہ لفظ ضرور سنا تھا۔"

جابر بن حیان نے پھر ایک کتاب کھول کر شہزاد کو دکھائی جو یونانی رسم الخط میں لکھی ہوئی تھی۔ جابر بن حیان نے کہا :

"یہ علم کیمیا پر لکھی گئی شاید پہلی یونانی کتاب ہے۔ میں نے اس کا عربی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس میں بھی کیمیا کے معنوں میں اس قسم کا ایک لفظ استعمال کیا گیا ہے۔"

اس کے بعد جابر بن حیان نے شہزاد کو اس لفظ کیمیا کی اصل بتائی اور سمجھایا کہ بعض لفظ ایک زبان سے نکل کر کیسی کیسی شکلیں بدل کر دوسری زبانوں میں جاکر اپنی ایک الگ حیثیت بنالیتے ہیں۔ شہزاد کے علم میں بہت اضافہ ہوا۔

شہزاد کا دل اگرچہ استاد محترم جابر بن حیان کی درس گاہ میں لگ گیا تھا۔ لیکن اسے گھر کی، اپنی بہن اور ماں باپ اور کالج کے دوستوں کی یاد بھی

ستانے لگی تھی۔ وہ اکیلا واپس نہیں جاسکتا تھا۔ اب تو سانچی کا لاکٹ بھی اس کے پاس نہیں تھا کہ جس کی مدد سے وہ واپس اپنے زمانے میں جانے کی کوشش کرتا۔ اسے صرف سانچی ہی واپس کراچی پہنچا سکتا تھا، مگر سانچی کا خود ابھی تک کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ شہزاد سے وہ یہ کہہ کر گیا تھا کہ میں سفید کلغی والے سانپ کا منکا حاصل کرنے افریقہ جارہا ہوں جس کو حاصل کرلینے کے بعد میں انسانی شکل بھی اختیار کرسکوں گا اور میری طاقت بھی واپس آجائے گی۔

چنانچہ ایک روز شہزاد نے نیلوفر کنیز سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنے ساتھی اور دوست سانچی کی تلاش میں خود افریقہ جانا چاہتا ہے کیونکہ اسے خدشہ ہے کہ اس کا دوست ضرور کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے اور اسے مدد کی ضرورت ہے۔ نیلوفر نے شہزاد کی بات بڑے غور سے سنی اور کہنے لگی :

"اتنا لمبا سفر تم اکیلے کس طرح کروگے۔ افریقہ خشکی کے راستے یہاں سے بہت دور ہے اور اس طرف قافلہ بھی مہینے میں صرف ایک بار جاتا ہے۔"

شہزاد نے جواب دیا، چاہے کچھ بھی ہو مجھے ضرور جانا ہے۔ اپنی اس خواہش کا اظہار جب شہزاد نے نامور سائنس داں جابر بن حیان سے کیا تو وہ کہنے لگے :

"شہزاد! تم ابھی اتنا تکلیف دہ اور طویل سفر کرنے کے لیے بہت چھوٹے ہو۔ یہ سفر ایک خطرناک صحرا سے ہوکر گزرتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

بغداد میں ہی رک جاؤ اور اپنے دوست کی واپسی کا انتظار کرو۔"

"استاد محترم! میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور کسی مشکل میں پھنس گیا ہے۔اسے میری مدد کی ضرورت ہے۔"

جابر بن حیان نے شہزاد کو اس طویل خطرناک سفر پر اکیلے جانے سے روکنے کی بہت کوشش کی،لیکن جب شہزاد کسی صورت رکنے پر تیار نہ ہوا تو انھوں نے کہا :

"تم بڑے مضبوط ارادے والے لڑکے ہو۔ اگر تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اپنے دوست کی تلاش میں ضرور جاؤ۔ اللہ تمھاری مدد ضرور کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔"

جابر بن حیان نے شہزاد کے سفر کا سارا بندوبست اپنی نگرانی میں کرایا۔ جب بغداد سے ایک قافلہ جنوبی افریقہ کی طرف جانے کے لیے تیار تھا تو جابر بن حیان اور نیلوفر کنیز دونوں سرائے میں موجود تھے۔ جابر بن حیان نے شہزاد کو دعا دی اور اسے رخصت کیا۔

بغداد سے افریقہ تک کا سفر بڑا طویل اور دشوار گزار تھا۔ یہ ویران صحراؤں اور ریگستانوں کا سفر تھا۔ مگر اونٹوں پر مشتمل یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف سفر کرتا چلا گیا۔دس روز کے بعد قافلہ ایک ایسے نخلستان میں پہنچا جہاں سے منزل زیادہ دور نہیں رہ گئی تھی۔ مسافروں کی زبانی شہزاد کو معلوم ہوا کہ سالار قافلہ بڑا تجربہ کار آدمی ہے اور وہ ایسے علاقے سے قافلے کو گزار کر لایا ہے کہ سفر دس روز کم ہو گیا ہے۔

نخلستان میں چشمہ بہہ رہا تھا۔ وہاں مسافروں نے غسل کیا۔اونٹوں کو

پانی پلایا جانے لگا۔ یہ نخلستان ریگستان کے درمیان میں تھا۔ وہاں کھجوروں کے درخت تھے۔ مسافران کی چھاؤں میں آرام کر رہے تھے۔ وہاں سے قافلے کو رات کے وقت سفر پر روانہ ہونا تھا۔ جب سورج غروب ہو گیا اور دھوپ ڈھل گئی تو شہزاد یونہی ٹہلتے ٹہلتے دور ایک ٹیلے کی طرف نکل گیا۔ یہ ٹیلا پتھروں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا اور لگتا تھا کہ اسے کسی بادشاہ یا امیر نے بنوایا ہے۔ شہزاد پہلے تو اسے اہرام سمجھا، مگر اہرام تکونا ہوتا ہے اور یہ ٹیلا چوکور تھا۔

شہزاد ٹیلے کے عقب میں گیا۔ وہاں اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک پرندہ اڑتا ہوا ٹیلے کے پاس آیا۔ پرندے کی چونچ میں ایک چھوٹا سا دونا تھا جس میں سے پانی چھلک رہا تھا۔ پرندے نے غوطہ لگایا اور ٹیلے کی دیوار کے ایک گول سوراخ میں سے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس سوراخ سے باہر نکلا تو خالی دونا اس کی چونچ میں تھا۔ وہ اندر کسی کو جیسے پانی پلا کر آیا تھا۔ پرندہ ایک بار پھر پانی سے بھرا ہوا دونا لے کر ٹیلے کے سوراخ سے اندر گیا اور کسی کو پانی پلا کر واپس چلا گیا۔

شہزاد بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا معما ہے۔ ٹیلے کے اندر ایسی کون سی شے ہے جس کو یہ پرندہ پانی پلا کر آیا ہے۔ شہزاد نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔اسے اندر اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے پتھر کو ذرا سا ہلایا تو وہ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا۔ شہزاد نے دو چار پتھر اکھاڑے تو اندر جانے کو راستہ نظر آنے لگا۔ یہ ایک تنگ راستہ تھا جو سرنگ کی طرح تھا۔ شہزاد سرنگ میں داخل ہو گیا۔ چند قدم چلنے کے بعد اسے ایک پتھریلا چبوترہ نظر آیا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

جس پر کوئی شخص نیم مردہ حالت میں پڑا تھا۔ شہزاد آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس شخص کو چھو کر دیکھا۔ وہ زندہ تھا' لیکن سخت نڈھال حالت میں پڑا تھا۔ شہزاد نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور سرنگ سے باہر لے آیا۔ پھر قریب کے چشمے سے پانی لا کر اس کے چہرے پر چھڑکا۔ وہ شخص ہوش میں آگیا اور اس نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر بڑی نحیف آواز میں بولا :

"میں کہاں ہوں؟ مجھے کیا ہوا؟"

شہزاد نے اسے بولنے سے منع کرتے ہوئے بتایا کہ وہ سرنگ کے اندر ایک چٹان پر پڑا تھا۔ ایک ننھے پرندے نے جو اللہ کی طرف سے اسے پانی کے چند قطرے پہنچانے اور اس طرح زندہ رکھنے کے لیے مقرر تھا' اس تک پہنچنے کا راستہ بتایا۔

اجنبی شخص نے ایک آہ بھری اور دھیمی آواز میں بولا : "اللہ اپنے بندوں کا رکھوالا ہے۔ اس نے مجھے پہاڑی سرنگ کے اندر زندہ رکھا اور پھر آزادی نصیب کی۔" میرے اچھے دوست' مجھے تھوڑا پانی پلاؤ تاکہ مجھ میں توانائی آئے۔ پھر میں تمھیں اپنی کہانی سناؤں گا۔"

شہزاد نے اجنبی آدمی کو پانی پلایا اور کچھ پھل کھانے کو دیے۔ پھر اس سے کہا کہ وہ کچھ دیر آرام کرلے' جب ذرا جان میں جان آئے تو اپنی داستان سنائے۔ اجنبی نے احسان مندی کی نظروں سے شہزاد کو دیکھا اور آنکھیں بند کرلیں۔

رات بھر شہزاد اس اجنبی شخص کے پاس بیٹھا رہا۔ جب صبح ہوئی تو اجنبی اٹھ بیٹھا۔ اب وہ بہت بہتر تھا۔ شہزاد نے اسے دن کی روشنی میں دیکھا

تو وہ ایک نوجوان تھا خوش شکل۔ شہزاد یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ یہ نوجوان سرنگ کے اندر کیسے پہنچا اور سرنگ کا منہ کس نے پتھروں سے بند کیا۔

نوجوان بھی شاید اپنی کہانی سنانے کے لیے بے چین تھا۔ وہ شہزاد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا :

میرے دوست اللہ تمھیں خوش رکھے۔ تم نے میری جان بچائی۔ اس کا اجر وہی تمھیں دے گا۔ سنو۔ میرا نام ثاقب ہے۔ میں اپنے قبیلے کے سردار کا لڑکا ہوں۔ میرا قبیلہ یہاں سے جنوب میں اس نخلستان میں آباد ہے جو بڑے پہاڑ کے دامن میں میٹھے پانی کے چشمے کے ساتھ ساتھ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ میرا چچا زاد بھائی میرا دشمن تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد میں قبیلے کا سردار نہ بننے پاؤں' وہ بن جائے۔ اس کے لیے مجھے راستے سے ہٹانا ضروری تھا۔ میرا باپ بوڑھا اور بیمار ہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ کسی وقت بھی مرجائے گا۔ میں اپنے چچا زاد بھائی کی بدنیتی سے واقف تھا لیکن میں نے ہمیشہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی کوشش کی اور چاہا کہ وہ قبیلے کے رسم و رواج کے مطابق میرے سردار بننے کی راہ میں حائل نہ ہو۔ اس نے ظاہری طور پر میرے ساتھ دوستی کرلی اور ایک دن شکار کے بہانے مجھے لے کر یہاں آگیا۔ اس پہاڑی سرنگ کے بارے میں اس پہلے سے معلوم تھا اور اس نے یہاں ایک ہرن کا بچہ چھپا رکھا تھا۔ جب میں اس کے ساتھ یہاں پہنچا تو اچانک وہ ہرن کا بچہ سرنگ کے دہانے پر نکل آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ بھائی کیا اچھا شکار ہے' لپک کر پکڑلو۔ میں بلا سوچے سمجھے ہرن کے بچے کو

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

پکڑنے اس سرنگ میں گھس گیا۔ ہرن کا بچہ آگے بڑھا اور غائب ہوگیا۔ اس کا انتظام بھی میرے بھائی نے کردیا تھا۔ سرنگ اندر جہاں چٹان ختم ہوتی تھی ایک بہت گہرا گڑھا تھا۔ ہرن کا بچہ دوڑا تو اس میں جاگرا۔ میں چٹان تک پہنچا تو میرے بھائی نے سرنگ کا دروازہ بند کردیا اور میں اندر رہ گیا۔ مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ سرنگ کا راستہ کس طرف ہے۔ اس ڈر سے کہ کہیں اندھیرے میں سرنگ سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتے ہوئے کسی گہرے گڑھے میں نہ گرجاؤں' اس چٹان پر بیٹھ گیا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ میں نے یہ چند دن کس طرح گزارے۔ ایک پرندہ اللہ جانے کہاں سے کیسے پانی لاکر میرے منہ میں ڈال جاتا تھا۔ یہی چند قطرے میری زندگی کا سامان بن گئے۔"

شہزاد نے ثاقب کی کہانی سنی تو افسوس کرنے لگا۔ لالچ انسان کو کیسا ظالم بنادیتا ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن ہوجاتا ہے۔ وہ ثاقب سے بولا : "خیر جو ہوا سو ہوا۔ اللہ کو تمھاری زندگی منظور تھی سو تم زندہ رہے۔ اب تم اپنے قبیلے میں واپس جاؤ۔ میں اپنے قافلے والوں کے پاس جاتا ہوں۔ مجھے بھی ایک سفر درپیش ہے۔"

ثاقب نے شہزاد کا ہاتھ پکڑلیا اور بولا : "میرے دوست ہم میرے محسن ہو اور میں تمھیں یوں کہیں جانے نہ دوں گا۔ اپنے ساتھ اپنے قبیلے میں لے جاؤں گا۔ چند دن تو ضرور تمھیں اپنا مہمان رکھوں گا' پھر تم جہاں کہو گے' خود تمھیں وہاں پہنچادوں گا۔ مجھے اپنے چچازاد بھائی سے بھی اس کے اس ظلم کا بدلہ لینا ہے۔

شہزاد نے ہاتھ کے اشارے سے ثاقب کو روکا اور بولا : تم اگر مجھے

اپنا دوست کہتے ہو تو پھر میری ایک بات مانو بلکہ مجھ سے وعدہ کرو۔ اپنے چچازاد بھائی سے بدلہ لینے کا خیال دل سے نکال دو۔ اسے معاف کردو۔ یہی اصل بہادری اور اصل نیکی ہے۔ ظالم کبھی پھولتا پھلتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کے شر سے بچائیں گے اور وہ جس نے تمھارے ساتھ زیادتی کی ہے اپنی سزا کو پہنچے گا۔"

ثاقب چند لمحے خاموش رہا' پھر کہنے لگا : "میرا خیال ہے تم ٹھیک کہتے ہو شہزاد۔ میں اس سے کچھ نہیں کہوں گا' لیکن مجھے اس بات کا انتظام کرنا پڑے گا کہ وہ آئندہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچاسکے۔ اس میں تو کوئی برائی نہیں ہے۔"

"نہیں۔" شہزاد بولا : "ایسا کرنا تمھارا فرض ہے۔ اپنے باپ کی حفاظت بھی اب تم ہی کو کرنا ہے۔" اچھا آؤ اب چلیں۔ پہلے میں اپنے قافلے والوں سے مل لوں۔ ان کو بتادوں کہ میں تمھارے ساتھ جارہا ہوں۔"

شہزاد ثاقب کو لیے نخلستان کے اس مقام پر گیا جہاں اس کا قافلہ ٹھیرا ہوا تھا۔ وہاں اب کوئی نہ تھا۔ قافلہ شہزاد کا انتظار کرکے رات کے پچھلے پہر اپنی اگلی منزل کی طرف کوچ کرچکا تھا۔

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

قبر کا عذاب

اب سانچی سانپ کی طرف چلتے ہیں۔

سانچی سانپ اپنے دوست گارچی سے جدا ہو کر سمندر میں تیرتا، سفر کرتا افریقہ کے جنوبی ساحل کی طرف چلا جارہا تھا۔ دن کی روشنی ابھی باقی تھی کہ سانچی سانپ کو دور سے ساحل دکھائی دینے لگا۔ وہ بڑا خوش ہوا۔ سمندر کے کنارے دور تک درختوں کی قطاریں چلی گئی تھیں۔ ساحل بالکل خالی اور ویران تھا۔ کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا۔ سانچی سانپ ریت پر رینگتا درختوں کے پاس آکر رک گیا۔ گارچی کا منکا اس کے منہ میں تھا۔ اسے یہاں نیلم سانپ سے ملاقات کرنی تھی جو گارچی اژدھا کا دوست تھا۔ گارچی نے سانچی کو بتایا تھا کہ افریقہ کے ساحل پر پہنچ کر وہ شمال مغرب کی طرف سفر کرے۔ وہاں اسے ایک وادی ملے گی جس کی ایک پہاڑی کے دامن میں نیلم سانپ اس سے ملنے خود ہی آجائے گا کیونکہ اسے گارچی کے منکے کی بو کھینچ لائے گی۔

چنانچہ سانچی سانپ بڑے اطمینان سے جنگل میں شمال مغرب کی طرف رینگنے لگا۔ نیلم سانپ کی وادی وہاں سے دور تھی۔ چلتے چلتے راستے

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

میں ہی رات ہوگئی۔ سانچی سانپ رکنے کے بجائے چلتا رہا۔ جنگل میں رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ پرندوں کی آوازیں بند ہوگئی تھیں اور ایک گہری خاموشی چھارہی تھی۔ سامنے ایک پہاڑی ندی بہہ رہی تھی۔ ندی میں چھوٹے بڑے پتھر پڑے تھے۔ پانی ان پتھروں سے ٹکرا کر آگے گزر رہا تھا۔ سانچی ندی پار کرگیا۔ ندی کے دوسرے کنارے پر جاکر اسے دور ایک بستی میں جھلملاتے چراغ دکھائی دیے۔ وہ بستی کی طرف چل پڑا۔ بستی کے باہر اسے ایک چھوٹے سے قبرستان میں سے گزرنا پڑا۔ وہ قبرستان میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک اسے ایک درد بھری آواز سنائی دی۔ یہ درد بھری آواز ایسی تھی جیسے کوئی عذاب میں مبتلا ہو۔ وہ فریاد کررہا تھا:

"اللہ کے واسطے کوئی مجھے اس عذاب سے نجات دلائے۔ اللہ کے واسطے میری فریاد سنو۔ مجھے اس عذاب سے نجات دلاؤ۔"

سانچی سانپ آواز سن کر رک گیا۔ اس نے بہت جلد پتا چلالیا کہ آواز ایک قبر میں سے آرہی تھی۔ وہ قبر کے قریب گیا اور پوچھنے لگا:

"کیا تم اس قبر کے مردے ہو؟"

قبر میں سے دردناک آواز آئی۔

"ہاں میرے بھائی میں اس قبر کا بدقسمت مردہ ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم نے میری آواز سنی۔ میں کئی دنوں سے ایک عذاب میں مبتلا ہوں۔ اللہ کے لیے میری مدد کرو۔"

سانچی سانپ نے کہا:

"تم اللہ سے اپنی بخشش کی دعا مانگو۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

مردے کی آواز آئی:

"میرے جیسے گناہ گار کے واسطے بخشش کے دروازے بند ہوچکے ہیں، بلکہ میں نے خود ہی بند کردیے۔ اب میرا بیٹا ہی میری مدد کرسکتا ہے۔"

"میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا۔ کھل کر بات بیان کرو۔" سانچی سانپ نے کہا۔ مردے نے تکلیف دہ آواز میں کہا:

"میرے بھائی! میں بستی کا سب سے زیادہ امیر جاگیردار تھا۔ میں اپنے کسانوں پر ظلم کرتا تھا۔ ان سے زبردستی لگان وصول کرتا تھا۔ یتیموں اور بیواؤں کا مال ہضم کرجاتا تھا۔ یوں میں نے بہت ہی دولت جمع کرلی تھی۔ جو اب میرے بیٹے کے پاس ہے۔ اللہ کے لیے میرے بیٹے کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ جو دولت میں نے غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کا خون چوس چوس کر جمع کی ہے وہ ساری کی ساری غریبوں میں تقسیم کردے شاید پھر مجھے اس عذاب سے نجات مل جائے اور اللہ میرے گناہ معاف کردے۔ نہیں تو میں قیامت تک اس قبر کے عذاب میں مبتلا رہوں گا جو میری برداشت سے باہر ہے۔"

سانچی سانپ کو معلوم تھا کہ جو لوگ زندگی میں دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور غریبوں مسکینوں کا مال کھاتے ہیں، بیواؤں کا حق مارتے ہیں انھیں مرنے کے بعد قبر میں بڑا عذاب ملتا ہے۔ یہ خوش قسمت مردہ تھا کہ اس کی آواز سانچی سانپ نے سن لی تھی وگرنہ مردوں کی آواز عام انسان نہیں سن سکتے۔

سانچی سانپ نے قبر کے مردے سے اس کے بیٹے کا نام اور گھر کا پتا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

معلوم کیا اور وہاں سے سیدھا بستی میں گیا۔ بستی خاموش تھی۔ لوگ دروازے بند کرکے گہری نیند سو رہے تھے۔ سانچی سانپ قبر کے مردے کے بتائے ہوئے پتے پر اس کے گھر کے دروازے پر گیا تو اندر چراغ روشن تھا۔ سانچی سانپ بند دروازے کی دراز میں سے اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کوٹھڑی میں دیا جل رہا ہے اور اس کی روشنی میں ایک نوجوان تخت پر بیٹھا صندوق میں سے سونے کے سکے نکال کر بڑے شوق سے گن رہا ہے۔ وہ دولت کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا اور ایک صندوق سے سکے گن کر دوسرے صندوق میں رکھے جا رہا تھا۔ سانچی سانپ اچانک اس کے سامنے پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ نوجوان دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹا تو سانچی سانپ نے انسانی آواز میں کہا:

"تم جس دولت کو اس طرح سینے سے لگا کر رکھ رہے ہو یہ آگ کے انگارے ہیں جو تمہارے باپ کو قبر میں اس کے جسم سے لگائے جا رہے ہیں۔"

یہ سن کر نوجوان ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا۔ پہلے تو اسے یقین ہی نہ آیا کہ یہ سانپ کی آواز ہے۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ سانچی سانپ نے دوبارا کہا:

"ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میں ہی تم سے مخاطب ہوں۔ میرا نام سانچی ہے اور میں سانپ کی شکل میں تمھیں قبر کے عذاب سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ میرے ساتھ قبرستان میں چل اور جا کر دیکھ کہ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کا مال ہضم کرنے والوں کا قبر میں کیا حشر ہوتا ہے۔ تمہارا باپ قبر میں جہنمی عذاب میں مبتلا ہے۔ مجھے اسی نے

تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

نوجوان کو تب بھی یقین نہ آیا کہ سانپ سچ کہہ رہا ہے۔ وہ بولا:

"تم کوئی بھوت ہو اور مجھے ورغلا کر میری دولت چھیننے آئے ہو جو میرے باپ کی طرف سے مجھے ملی ہے۔"

سانچی سانپ نے کہا:

"تمھیں تمہارے باپ نے ورثے میں انگارے دیے ہیں۔ وہ خود اس آگ میں جل رہا ہے۔ میرے ساتھ قبرستان چلو۔ تمھیں اپنے باپ کی چیخوں کی آوازیں صاف سنائی دیں گی۔"

نوجوان سوچ میں پڑ گیا۔ بہرحال اسے اپنے باپ سے محبت تھی اور وہ اسے قبر کے عذاب میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ سانچی سانپ کے ساتھ قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ اپنے باپ کی قبر کے پاس آیا تو اسے اپنے باپ کی دردناک آوازیں سنائی دیں۔ نوجوان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ قبر سے لپٹ کر کہنے لگا:

"ابا! تم عذاب کیوں جھیل رہے ہو۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

قبر میں سے اس کے باپ کی آواز آئی:

"میرے بیٹے اگر تم مجھے اس عذاب سے نجات دلانا چاہتے ہو تو ابھی جا کر وہ سارا مال بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کر دو جو میں نے انھیں لوٹ کر جمع کیا تھا اور جو اب تمھیں ورثے میں ملا ہے۔ صرف اسی صورت میں مجھے عذاب سے نجات مل سکتی ہے۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

نوجوان نے کہا: "ابا! میں ابھی جاکر سارا مال حق دار لوگوں میں تقسیم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر نوجوان بستی کی طرف چل پڑا۔ سانچی سانپ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ بستی میں جاتے ہی نوجوان نے پکار پکار کر بستی کے سب لوگوں کو جگادیا اور سونے کے سکوں سے بھرا ہوا صندوق باہر لے آیا۔ اس نے ساری دولت بستی کے ان لوگوں کو واپس کردی جو اس کے باپ نے ان سے ناجائز طور پر ہتھیائی تھی۔ لوگ بڑے حیران بھی تھے اور خوش بھی ہو رہے تھے۔ بیوہ عورتیں نوجوان کو دعائیں دے رہی تھیں۔ جب نوجوان نے سارا مال حق داروں میں واپس تقسیم کردیا تو سانچی سانپ سے کہنے لگا:

"کیا میرے باپ کو قبر کے عذاب سے نجات مل گئی ہوگی سانچی؟"

سانچی سانپ نے جواب دیا:

"اس کا پتا ابھی چل جائے گا۔ چلو قبرستان چلتے ہیں۔"

وہ قبرستان واپس آگئے۔ جب نوجوان اپنے باپ کی قبر پر پہنچا تو قبر کی طرف سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا۔ ساتھ ہی قبر میں سے مردے کی آواز آئی:

"بیٹا! اللہ نے مجھے بخش دیا ہے۔ مجھے عذاب سے نجات مل گئی ہے اور میری قبر میں ایک جانب سے جنت کی ہوا آنے لگی ہے۔"

نوجوان نے روتے ہوئے کہا:

"ابا! میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں۔"

قبر میں سے اس کے باپ نے جواب دیا:

"بیٹا! میری بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ کبھی کسی کے ساتھ ظلم نہ کرنا۔ کبھی کسی کا مال ناجائز طور پر ہضم نہ کرنا۔ بیواؤں اور یتیموں کا حق ادا کرتے رہنا۔ تم نے خود دیکھ لیا ہے کہ گناہ گار آدمی جو دوسروں کا ناجائز مال کھاتا ہے اور دوسروں کا حق مارتا ہے تو اس کا قبر میں کیا حشر ہوتا ہے۔"

نوجوان بولا:

"ابا! میں عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد کبھی کوئی گناہ کا کام نہیں کروں گا۔ سب کو ان کا حق ادا کروں گا۔ محنت کی روزی کماؤں گا اور حلال کا رزق کھاؤں گا۔ اللہ میرے گناہ معاف کرے۔"

اس کے باپ کی آواز آئی:

"آدمی جب گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور پھر گناہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتا تو اللہ اس کے پہلے گناہ معاف کردیتا ہے۔ جاؤ اور نیکی کی زندگی بسر کرو۔ کیونکہ نیکی کی زندگی ہی انسان کو مرنے کے بعد جنت میں لے جاتی ہے۔ اللہ تمھیں نیک رہنے کی توفیق دے۔"

قبر کی آواز خاموش ہوگئی۔ سانچی سانپ نے نوجوان سے کہا:

"اب واپس اپنے گھر چلو۔ قبرستان میں رکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تم نے ایک نیک دل فرمانبردار بیٹے کا حق ادا کردیا۔ تمھارا باپ عذاب سے نجات پاچکا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرو۔"

نوجوان کو اس کے گھر پر چھوڑ کر جب سانچی جانے لگا تو نوجوان نے پوچھا:

"تم کہاں جاؤ گے سانچی بھائی۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سانچی سانپ نے کہا: جہاں اللہ لے جائے گا۔"

یہ کہا اور بستی سے نکل کر اس وادی میں داخل ہوگیا جہاں نیلم سانپ چٹان کے اندر پہلے ہی سے ہوشیار ہوچکا تھا۔ اسے اپنے دوست گارچی اژدھے کے منکے کی بو آرہی تھی۔ وہ غار سے نکلا اور وادی پر ایک نگاہ ڈالی۔ مہکی چاندنی میں ساری وادی دھندلی دھندلی سی نظر آرہی تھی۔ جس طرف سے نیلم سانپ کو اپنے دوست گارچی اژدھے کے منکے کی بو آتی محسوس ہورہی تھی نیلم سانپ اسی طرف رینگنے لگا۔ وہ ابھی پہاڑی سے اتر کر وادی کے اونچے اونچے درختوں کے نیچے آیا ہی تھا کہ اس نے اندھیرے میں ایک چھوٹے سانپ کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ سانچی سانپ اپنے سامنے نیلے رنگ کے ایک خوب صورت سانپ کو دیکھ کر رک گیا۔ سانچی سانپ نے سانپوں کی آواز میں پوچھا:

"کیا تم نیلم سانپ ہو؟"

نیلم سانپ نے جواب دیا: "ہاں! مگر تم کون ہو اور تمھاری طرف سے مجھے اپنے دوست گارچی اژدھے کے منکے کی بُو کیوں آرہی ہے؟" سانچی سانپ قریب آگیا۔

"اس لیے کہ گارچی اژدھے کا منکا میرے منہ میں ہے اور یہ اس نے تمھارے لیے مجھے دیا ہے۔"

یہ کہہ کر سانچی سانپ نے منہ سے منکا نکال کر نیلم سانپ کی طرف لڑھکا دیا۔

نیلم سانپ نے منکا اٹھا کر اپنے منہ میں رکھا اور پوچھا:

"گارچی نے یہ منکا کس لیے بھیجا ہے؟"

سانچی نے کہا: "گارچی اژدھا میرا بھی بہت پرانا دوست ہے۔ میں سانپ نہیں ہوں۔ مجھے سامری کے طلسم نے سانپ بنادیا ہے۔"

تب سانچی سانپ نے نیلم سانپ کو شروع سے آخر تک اپنی ساری کہانی سنائی۔ نیلم سانپ نے بڑے غور سے سانچی کی کہانی سنی اور پھر اسے اپنے غار میں لے گیا۔ غار میں آکر دونوں نئے دوست سانپ آمنے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھ گئے۔ سانچی سانپ نے کہا:

"گارچی نے کہا تھا کہ نیلم سانپ تمھاری مدد کرے گا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ میری کیا مدد کرسکتے ہو؟"

نیلم سانپ بولا:

"تمھاری مدد کرنا میرا فرض ہے۔ تم میرے دوست کے پرانے دوست ہو۔ لیکن ابھی تم آرام کرو۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔ صبح بات کریں گے۔"

نیلم سانپ یہ کہہ کر غار میں اپنے بل میں گھس گیا۔ سانچی سانپ وہیں لیٹ گیا اور شہزاد کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہوگا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ شہزاد بھی ایک قافلے کے ساتھ سفر کرتا افریقہ کے جنوبی علاقے میں پہنچنے ہی والا ہے۔ رات گزر گئی۔ صبح کا سورج نکلا۔ وادی میں پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دینے لگی۔ نیلم سانپ اپنے بل سے باہر نکل آیا۔ اس نے سانچی سانپ کو ساتھ لیا اور دونوں غار کے باہر دھوپ میں آکر بیٹھ گئے۔ سانچی سانپ نے پوچھا:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"میرے دوست! کیا مجھے بتاؤ گے کہ سفید کلغی والے سانپ کا منکا حاصل کرنے میں تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟"

نیلم سانپ نے ایک لمحے کے لیے وادی کے درختوں پر نگاہ ڈالی پھر سانچی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا:

"میرے دوست! میں تمھیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا بات اصل میں یہ ہے کہ سفید سانپ اپنے علاقے کے سانپوں کا بادشاہ ہے۔ باہر کا کوئی سانپ اس کے علاقے کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جونہی کوئی باہر کا سانپ علاقے میں داخل ہوتا ہے سفید سانپ کے پہرہ دار سانپوں کو فوراً پتا چل جاتا ہے اور وہ اسے تلاش کر کے اس کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور ایسی حالت میں کہ تمھارے پاس تمھاری طاقت بھی نہیں ہے تم سفید سانپ کے پہرے دار سانپوں کے حملے سے زندہ نہ بچ سکو گے۔"

سانچی سانپ نے پوچھا:

"کیا اس علاقے میں داخل ہونے کا کوئی خفیہ راستہ نہیں ہے؟"

نیلم سانپ نے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے کہا:

"نہیں مجھے کسی ایسے خفیہ راستے کا علم نہیں ہے کہ جہاں سے تم داخل ہو سکو۔ فرض کرو کہ تم کسی طریقے سے ان کے علاقے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو بھی جاؤ تو سفید سانپ کے غار تک نہیں پہنچ سکو گے۔ وہاں قدم قدم پر سخت زہریلے سانپ پہرہ دیتے ہیں۔ اژن سانپ فضا میں اڑ کر سارے علاقے کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔"

سانچی سانپ نے پوچھا:

"کیا تم اتنا بتا سکتے ہو کہ سفید کلغی والا سانپ اپنا منکا کہاں پر رکھتا ہے؟"

نیلم سانپ نے جواب میں کہا:

"سفید سانپ اپنا منکا غار کے اندر کسی جگہ چھپا کر رکھتا ہے۔ منکے تک جانے کی کسی سانپ کو اجازت نہیں، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس منکے میں سفید کلغی والے سانپ کی ساری طاقت پوشیدہ ہے اگر کسی دوسرے سانپ کے ہاتھ یہ منکا آجائے تو سفید سانپ کی طاقت ختم ہو جائے گی اور دوسرے سارے سانپ اس کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

یہ تفصیل سن کر سانچی سانپ دل میں بہت کچھ سوچتا اور غور کرتا رہا۔ پھر اس نے نیلم سانپ سے کہا:

"میرے دوست! میں چاہتا ہوں کہ تم اگر مجبور نہ ہوتے تو ضرور میری مدد کرتے۔ مگر تم نے مجھے جتنی معلومات فراہم کی ہیں۔ میں ان کے لیے تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

نیلم سانپ نے پوچھا: "تم اب کیا کرنا چاہو گے۔"

سانچی سانپ بولا: "میں منکا حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، کیونکہ اس کے بغیر میری زندگی بے کار زندگی ہوگی۔ مجھے اسے ہر حالت میں حاصل کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ کی مدد سے میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔" نیلم سانپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ساکت آنکھوں سے سانچی کو تکتا رہا۔ سانچی سانپ کے حلق سے گہرے سانس کی آواز نکلی۔ اس نے نیلم سانپ سے پوچھا:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ سفید کلغی والے سانپ کا علاقہ یہاں سے کتنی دور ہے اور کس طرف ہے؟"

نیلم سانپ نے سانچی کو سفید کلغی کے علاقے کا پتا بتایا اور جب سانچی جانے لگا تو اس نے اسے روک کر کہا:

"جہاں تک میں نے اپنے دادا سے سنا ہے کہ سفید سانپ کے علاقے میں داخل ہونے کا ایک خفیہ راستہ آبشار کے پیچھے سے ہے۔ یہ آبشار تمھیں اسی پہاڑ کے دامن میں ملے گا جس کے پیچھے سفید سانپ کے علاقے کی سرحد شروع ہوتی ہے۔"

سانچی نے نیلم سانپ کا شکریہ ادا کیا اور اللہ کا نام لے کر اپنی نئی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ اس راستے پر رینگتا رہا جو نیلم سانپ نے اسے بتایا تھا۔ رینگتے رینگتے اسے سارا دن گزر گیا۔ رات اس نے جنگل میں ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ کر گزار دی، کیونکہ نیلم سانپ نے اسے خبردار کیا تھا کہ آگے جنگل میں زمین پر رات نہ گزارنا کیونکہ وہاں رات کے وقت ایسی خونخوار بڑی بڑی چھپکلیاں پائی جاتی ہیں جو سانپوں کو کھا جاتی ہیں۔ صبح ہوئی تو سانچی نے دوبارا سفر شروع کیا۔

وہ بڑے عزم اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ راستہ دشوار اور خطرناک تھا۔ منزل تک پہنچنے کی امید بہت کم تھی، مگر سانچی سانپ نے دل میں منزل تک پہنچنے اور سفید کلغی والے سانپ کا منکا حاصل کرنے کا پکا ارادہ کر رکھا تھا۔ اس طرح دو دن اور دو راتوں کے سفر کے بعد آخر ایک دن صبح کے وقت اسے دور سے ایک اونچا پہاڑ نظر آیا جس کے درمیان سے

ایک آبشار نیچے وادی میں گر رہا تھا۔ یہی وہ آبشار تھا جس کے ابتدائی حصے سے سفید سانپ کے علاقے میں جانے کا کوئی خفیہ راستہ تھا۔

آبشار کے قریب پہنچ کر سانچی سانپ نے اپنی رفتار سست کر دی اور ایک باہر کو نکلے ہوئے درخت کے ساتھ لگ کر نیچے تکنے لگا۔ یہ ایک بہت بڑا آبشار تھا جس کا پانی زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی سے نکل کر نیچے جھیل میں گر رہا تھا۔

آبشار کا گھیرا کافی چوڑا تھا۔ پہلی نظر میں اسے ایسا لگا کہ آبشار کے پیچھے کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ پتا چلانے کے لیے جھاڑیوں، چھوٹے بڑے پتھروں اور اونچی اونچی گھاس کے پیچھے سے ہوتا ہوا اس مقام پر آگیا جہاں پانی ایک پتلی دھار کی صورت میں گر رہا تھا۔ سانچی سانپ نے غور سے دیکھا آبشار کی جھال کے پیچھے پہاڑ کی دیوار اور پانی کی چوڑی دھار کے درمیان تنگ سی جگہ تھی۔

سانچی بڑی احتیاط سے گیلے کائی زدہ پتھروں کے درمیان میں سے رینگتا ہوا آبشار کی چوڑی دھار کے پیچھے آگیا۔ یہاں اتنا شور تھا کہ اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ سانچی سانپ کی آنکھیں آبشار کے پیچھے والی دیوار کا جائزہ لے رہی تھیں۔ یہ کالی سیاہ دیوار تھی جس پر نہ جانے کب سے پانی کے چھینٹے پڑ رہے تھے اور جہاں ہر طرف لگی ہوئی کائی سے رنگ سیاہ پڑ چکا تھا۔ سانچی سانپ تھوڑی دیر اپنی جگہ بیٹھا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے اللہ کو یاد کیا اور آگے بڑھا۔

یہاں کائی کی وجہ سے اتنی پھسلن تھی کہ سانچی سانپ کا جسم پتھروں

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سے پوری طرح سے چمٹ نہیں رہا تھا۔ اسے دیوار تک پہنچتے کافی وقت لگا۔ دیوار کے نوکیلے پتھر باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ دیوار کے ایک پتھر کے پیچھے اسے ایک چھوٹا سا شگاف دکھائی دیا جس میں سے پانی دھارے کی شکل میں باہر نکل رہا تھا۔ یہی وہ خفیہ راستہ ہوسکتا تھا جس کے بارے میں نیلم سانپ نے اسے بتایا تھا۔ یہ بڑی خطرناک جگہ تھی۔ یہاں تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ درمیان میں جگہ خالی تھی اور اگر سانچی پھسل جاتا تو نیچے کئی سو فٹ گہری جھیل کے پتھروں پر گر کر پاش پاش ہوسکتا تھا۔

سانچی سانپ اپنی جگہ کچھ دیر جم کر بیٹھا رہا۔ پھر اس نے غور سے شگاف کے کنارے سے باہر کو نکلے ہوئے نوکیلے پتھر کو دیکھا۔ اس پر نظریں جمائیں اور اپنے جسم کی پوری طاقت کے ساتھ اچھلا اور نوکیلے پتھر کے ساتھ جاکر چمٹ گیا۔ مگر کائی کی پھسلن کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ نیچے پھسلنے لگا۔ یہ بڑا خطرناک مرحلہ تھا۔ نیچے سیکڑوں فٹ گہری کھائی تھی جہاں جھیل کے پانی سے نوکیلی چٹانیں اور پتھر باہر نکلے سانچی سانپ کو تک رہے تھے۔ پھسلتے پھسلتے سانچی سانپ نے دیکھ لیا کہ اسے کہاں چھلانگ لگانی ہوگی۔ جب اس کا جسم پتھر سے پھسل کر نیچے گرنے ہی والا تھا تو اس نے چھلانگ لگادی اور شگاف کے اندر پانی میں جاگرا۔

یہ چھوٹی سی ندی تھی جو پہاڑ کے اندر سے چلی آتی تھی۔ اس میں پتھر بھرے ہوئے تھے۔ سانچی نے ندی میں گرتے ہی پتھروں کو مضبوطی سے پکڑلیا اور ساتھ ہی آگے کی طرف بڑھنا شروع کردیا۔ پانی کی رفتار بھی کافی تیز تھی۔ سانچی سانپ پورا زور لگا رہا تھا۔ وہ ندی کے پانی کو چیرتا ہوا آگے کی

طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑا آگے جانے کے بعد سانچی سانپ تنگ پہاڑی ندی کے پانی سے نکل کر کنارے پر آگیا۔ یہاں کنارے کے پتھروں پر پھسلن نہ ہونے کے برابر تھی۔ اندھیرا بہت تھا۔ شگاف میں سے آتی دن کی روشنی پیچھے رہ گئی تھی۔ ندی پہاڑ کے اندر ہی اندر چلی گئی تھی۔ ندی ایک طرف کو گھوم گئی۔ سانچی سانپ بڑا محتاط ہوکر رینگ رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں تنگ و تاریک ندی کی سرنگ کے ایک ایک پتھر کو تک رہی تھیں۔ اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

لیکن وہ ندی کی دوسری طرف نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

دوسری جانب پہاڑ کا دوسرا شگاف تھا۔ ندی کا پانی یہاں پہاڑ کی چھت پر سے پرنالے کی شکل میں گر رہا تھا۔ یہاں یہ پانی ندی کی شکل میں آبشار کی طرف چلا جاتا تھا۔ اس کے آگے پہاڑ کی دوسری طرف کی دیوار تھی۔ یہاں بھی چھوٹا سا شگاف بنا ہوا تھا جس کے منہ پر جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں۔ نیلم سانپ نے بتایا تھا کہ پہاڑ کی دوسری جانب سفید سانپ کے علاقے کی سرحد شروع ہوجاتی ہے۔ سانچی شگاف کی جھاڑیوں میں رینگتا ہوا باہر آگیا۔ اس کے سامنے کالے کالے چھوٹے بڑے پتھروں سے بھرا ہوا ایک میدان تھا۔ یہ سفید سانپ کی سرزمین تھی۔ ابھی تک سانچی کو کسی سانپ نے نہیں روکا تھا۔ میدان کے درمیان ایک جگہ چھوٹا ٹیلہ ابھرا ہوا تھا۔ اسی ٹیلے میں سفید کلغی والے سانپ کا غار تھا جہاں وہ رہتا تھا۔

سانچی سانپ کو اسی غار میں جاکر سفید سانپ کا منکا حاصل کرنا تھا۔ وہ وہیں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے۔ غار والے ٹیلے تک پہنچنا

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

کوئی آسان کام نہیں تھا۔ راستے میں جگہ جگہ دشمن سانپ چل پھر رہے تھے۔ وہ سانچی سانپ کی تکا بوٹی کر سکتے تھے۔ اچانک سانچی کو آہٹ سنائی دی۔ سانچی نے گردن گھما کر دیکھا۔ پہاڑی کی دیوار کی طرف سے دو سانپ چلے آرہے تھے۔ یہ پہرے دار سانپ تھے وہ سانپوں کی زبان میں ایک دوسرے سے باتیں بھی کر رہے تھے۔ سانچی سانپ جلدی سے گیلی زمین کے اندر گھس گیا تا کہ اس کی بو پہرے دار سانپوں کو محسوس نہ ہو۔ سانپ اس کے قریب آکر رک گئے اور آبشار والے شگاف کو تکنے لگے۔ ایک سانپ نے کہا:

"حبشی سانپ کو اسی خفیہ راستے سے آنا تھا مگر تعجب ہے کہ وہ ابھی تک نہیں پہنچا۔ سفید بادشاہ کو اس کا بڑی بے صبری سے انتظار ہے۔"

دوسرے سانپ نے پوچھا:

"ہمارے سفید بادشاہ کو آخر حبشی سانپ کا اتنا انتظار کیوں ہے؟"

پہلے سانپ نے کہا: "کیا تمھیں معلوم نہیں۔ حبشی سانپ ہمارے بادشاہ کی بوڑھی ناگن والدہ کی خیریت کی خبر لے کر آرہا ہے۔ ہمارے بادشاہ کی والدہ یہاں سے دور سمندر پار جنگل والے گھر میں بیمار ہے۔ اسے ایک اڑن سانپ نے بتایا ہے کہ حبشی سانپ اس کی والدہ کی خیریت کی خبر لے کر پہنچنے والا ہے۔"

دوسرے سانپ نے پوچھا:

"کیا وہ کوئی خاص قسم کا سانپ ہے؟"

پہلے سانپ نے کہا: "ہاں! اس حبشی سانپ کی خاص بات یہ ہے کہ وہ سانپوں کی زبان کے علاوہ انسانوں کی زبان میں بھی بات کر سکتا ہے۔

ہمارے ہاں تو صرف ہمارا بادشاہ ہی انسانوں کی زبان میں بات کر سکتا ہے۔"

دوسرا سانپ بولا: "کیا ہمیں یہاں ٹھیر کر حبشی سانپ کا انتظار کرنا ہوگا؟"

پہلا سانپ کہنے لگا: "انتظار کی ضرورت نہیں۔ حبشی سانپ جب آئے گا تو اپنے آپ بادشاہ کے غار میں پہنچ جائے گا۔"

یہ باتیں کر کے دونوں سانپ آگے نکل گئے۔ سانچی سانپ نے ان کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ وہ گیلی زمین سے باہر نکل آیا۔ اس کا رنگ کالا تھا۔ اسے آسانی سے حبشی سانپ کہا جاسکتا تھا۔ سانچی نے اللہ کا نام لیا اور پتھروں میں سے نیچے اتر کر سفید سانپ والے ٹیلے کی طرف چل پڑا۔

ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا ہوگا کہ چاروں طرف سے پھنکارتے ہوئے سانپوں نے اسے گھیرے میں لے لیا۔ وہ اس کی تکا بوٹی کرنے ہی لگے تھے کہ سانچی نے سانپوں کی زبان میں کہا:

"میں حبشی سانپ ہوں اور سفید بادشاہ کے لیے اس کی بیمار والدہ کا خاص پیغام لے کر آیا ہوں۔"

سانپ فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ ان سب کو معلوم تھا کہ حبشی سانپ ان کے علاقے میں آنے والا ہے جو بادشاہ کے لیے خاص پیغام لا رہا ہے۔ ان میں سے ایک سانپ نے سانچی سے پوچھا:

"حبشی سانپ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ سانپوں کی زبان کے علاوہ انسانی زبان بھی بول لیتا ہے۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سانچی سانپ نے فوراً انسانی آواز میں کہا:

"میں انسان کی زبان میں بھی بات کر سکتا ہوں اب تمھیں یقین آجانا چاہیے۔ مجھے فوراً بادشاہ کے پاس لے چلو۔"

اسی وقت سانچی سانپ کو ٹیلے کے غار میں سفید کلغی والے سانپ کے پاس پہنچادیا گیا۔ سانچی نے دیکھا کہ غار کے اندر چراغ روشن تھے۔ ایک سنہری چوکی پر سفید رنگ کا سفید کلغی والا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ سانچی سانپ نے جاتے ہی جھک کر سلام کیا اور انسانی آواز میں کہا:

"سفید بادشاہ کی عمر دراز ہو۔ میں حبشی سانپ ہوں اور سات سمندر سات جنگل پار کر کے تمھاری والدہ کا پیغام لایا ہوں۔"

سفید سانپ نے کالے سانپ کی انسانی آواز سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ یہی حبشی سانپ ہے۔ اس نے بے تابی سے پوچھا:

"میری والدہ کا کیا حال ہے؟ مجھے جلدی بتاؤ؟"

سانچی سانپ کہا:

"تمھاری والدہ اب بالکل ٹھیک ہے۔ اس نے تمھارے نام یہ پیغام دیا ہے کہ میرے بارے میں کوئی فکر نہ کرنا۔ میں پوری طرح صحت مند ہو چکی ہوں۔"

سفید سانپ نے خوش ہو کر انسانی آواز میں کہا:

"حبشی سانپ! تم نے ہمیں خوش خبری سنائی ہے۔ ہم تم سے بہت خوش ہیں۔ بولو کیا مانگتے ہو۔ ہم تمھیں منہ مانگا انعام دیں گے۔"

سانچی سانپ کو بڑا اچھا موقع مل گیا تھا۔ اس نے فوراً کہا:

"اے سفید بادشاہ! میری بڑی خواہش ہے کہ تمھارا سفید منکا ایک نظر دیکھوں۔ بس ایک نظر اپنا منکا مجھے دکھادو۔"

سفید سانپ نے کہا:

"تم نے بڑی چھوٹی خواہش کی ہے حبشی سانپ، ٹھیک ہے۔ میں تمھاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

اس وقت غار میں سفید سانپ اور سانچی سانپ کے سوا اور کوئی سانپ نہیں تھا۔ سفید سانپ نے اپنے منہ سے سفید منکا نکال کر چوکی پر رکھ دیا اور بولا:

"اب ہم اپنے منکے کو ہمیشہ اپنے منہ میں ہی رکھتے ہیں اور اچھی طرح سے دیکھ لو۔ یہ میرا سفید منکا ہے۔"

منکا سفید موتی کی طرح اندھیرے میں چمک رہا تھا۔ سانچی سانپ نے کہا۔ "کیا میں اسے قریب سے دیکھ سکتا ہوں بادشاہ؟"

سفید سانپ بولا: "کیوں نہیں۔ قریب آکر دیکھ لو۔"

ابھی سانچی سانپ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا کہ اچانک غار میں ایک سانپ داخل ہوا۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز اور سانپوں کی زبان میں کہا:

"اے سفید بادشاہ! ایک اور حبشی سانپ آپ کی والدہ کا پیغام لے کر آگیا ہے۔"

یہ سننا تھا کہ سانچی سانپ کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ سفید سانپ نے غضب ناک پھنکار کے ساتھ پوچھا:

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"تو کیا یہ نقلی حبشی سانپ ہے؟"

ساچی سانپ پر سفید سانپ حملہ کرنے ہی لگا تھا کہ ساچی نے اسے اتنی مہلت ہی نہ دی اور بجلی بن کر سفید منکے کی طرف لپکا اور اسے اپنے منہ میں لے لیا۔ منکے کا منہ میں آنا تھا کہ سفید سانپ کا سارا طلسم اس کی ساری طاقت جاتی رہی اور دوسری طرف ساچی بھی سانپ سے انسانی شکل میں آگیا اور اس کی ساری طاقت بھی اس کے پاس واپس آگئی۔ طاقت کے واپس ملتے ہی ساچی ایک دم سے غائب ہوگیا۔ اسے اب ان سانپوں کے پاس رکنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جلد سے جلد شہزاد کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ غائب ہونے کے بعد وہ سیدھا بغداد شہر میں جابر بن حیان کی حویلی میں نمودار ہوا' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس بار انھیں جابر بن حیان سے ملاقات کرنی تھی اور شہزاد ضرور اس عظیم مسلمان سائنس داں کی حویلی میں ہوگا۔ حویلی میں سے نیلوفر کنیز باہر آرہی تھی۔ اس نے ایک لڑکے کو حویلی کے آگے کھڑے دیکھا تو بولی:

"کون ہو تم یہاں کس لیے کھڑے ہو؟"

ساچی نے مسکرا کر کہا: "میں لڑکا نہیں ہوں۔"

نیلوفر کنیز ہنس پڑی۔ "تو کیا تم کوئی جن بھوت ہو؟"

ساچی نے ہنس کر کہا: "ہاں میں جن ہوں۔"

نیلوفر کنیز نے بھی مذاق مذاق میں کہہ دیا۔ "اگر جن ہو تو غائب ہو کر دکھاؤ۔" اور اس کے ساتھ ہی ساچی غائب ہوگیا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے دس بارہ سال کے لڑکے کو اچانک غائب ہوتے دیکھ کر نیلوفر کنیز کا دہشت کے

مارے رنگ اڑ گیا۔ پھر اسے اچانک خیال آگیا کہ شہزاد نے کہا تھا کہ میرا دوست ساچی ایک جن ہے۔ نیلوفر کنیز کی جان میں جان آئی۔ اس نے جلدی سے کہا:

"اگر تم ساچی ہو تو فوراً ظاہر ہو جاؤ۔"

ساچی فوراً ظاہر ہوگیا اور بولا:

"تمھیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

تب نیلوفر کنیز نے ساچی کو شہزاد کے بارے میں بتایا کہ وہ اس کی تلاش میں افریقہ کے جنگلوں کی طرف گیا ہوا ہے۔ ساچی چپ ہوگیا۔ پھر کہنے لگا۔ "تمھارا شکریہ بہن! میں اپنے دوست شہزاد کی تلاش میں جارہا ہوں۔ دعا کرنا وہ مجھے مل جائے" اور ساچی غائب ہوگیا۔

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

اللہ حافظ

ثاقب شہزاد کو لے کر جب اپنے قبیلے میں پہنچا تو شام ہو رہی تھی۔ قبیلے کے لوگ ایک بڑا سا حلقہ بنائے ایک میدان میں بیٹھے تھے۔ سامنے ایک اونچے سے چبوترے پر ایک بہت بوڑھا آدمی بیٹھا تھا جس کے سر پر پروں کی ایک ٹوپی تھی اور گلے میں بڑے بڑے سیاہ موتیوں کی مالا پڑی تھی۔ شہزاد کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ بارعب آدمی اس قبیلے کا سردار اور ثاقب کا باپ ہے۔ جونہی ثاقب اور شہزاد درختوں کے درمیان سے نکل کر سامنے آئے اور لوگوں کی نظریں ان پر پڑیں ایک زور کا نعرہ بلند ہوا۔ سردار اٹھ کھڑا ہوا۔ سارے لوگ کھڑے ہوگئے۔ ثاقب دوڑ کر مجمع میں آیا اور اپنے باپ کے سامنے جاکر دو زانو بیٹھ گیا۔ شہزاد اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ سردار نے اپنے نیزے سے اشارہ کیا۔ تمام قبائلی بیٹھ گئے۔

"اٹھو میرے بیٹے اور مجھے بتاؤ۔ میرے بھائی کے بیٹے نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟"

"کیا آپ کو معلوم ہوگیا ہے؟" ثاقب نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ اور اب مجرم کو اس کے جرم کی سزا ملنے والی ہے۔ اسے

دیوتاؤں کی قربان گاہ میں پہنچادیا گیا ہے۔ مگر پہلے ہم تمہاری باحفاظت واپسی کا جشن منائیں گے۔"

قبائلیوں نے پھر ایک زور کا نعرہ لگایا اور اپنے نیزے ہوا میں بلند کیے۔

"ٹھیریئے بابا!" ثاقب نے ادب سے کہا۔ پھر شہزاد کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے باپ سردار کے سامنے لایا اور کہنے لگا: "یہ میرا دوست اور میرا محسن ہے۔ اس نے مجھے موت کے منہ سے نکالا ہے۔ میں نے اس سے ایک وعدہ کیا ہے۔ اس وعدے کو پورا کرنا میرا فرض ہے۔"

سردار نے محبت اور احسان مندی کی نظروں سے شہزاد کی طرف دیکھا اور پھر ثاقب سے بولا: "میرے بیٹے! تمہارا وعدہ ہمارا وعدہ ہے۔ بتاؤ کیا وعدہ کیا ہے تم نے ہم اسے پورا کریں گے۔"

"بابا! ثاقب بولا: "میں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹے سے اس کے ظلم کا بدلہ نہیں لوں گا۔ میں نے اسے معاف کردیا ہے۔ آپ بھی اسے معاف کردیجئے۔"

"نہیں!" سردار غصے سے بولا: "یہ نہیں ہوسکتا۔ میرے بھائی کے بیٹے کو اپنے کرتوت کی سزا ضرور ملے گی۔ اس نے تمہاری جان لینے کا سامان کرلیا تھا تاکہ میرے بعد وہ قبیلے کا سردار بن جائے۔ اس نے نہ صرف تمہاری جان لینے کی کوشش کی بلکہ قبیلے کی مقدس روایت کو توڑنے کا بھی سامان کیا۔ دیوتاؤں کی قربان گاہ میں اس کا خون ضرور بہایا جائے گا۔"

ثاقب اپنے باپ سردار کے غصے کو دیکھ کر کانپ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سردار جو کہہ دیتا ہے وہ پورا کیا جاتا ہے۔ کوئی اس کے فیصلے پر چوں و چرا نہیں کر سکتا۔ لیکن اس نے جرأت سے کام لیا اور اپنے سردار باپ کے سامنے پھر دو زانو بیٹھ گیا اور کہنے لگا : "بابا! آپ نے ابھی ابھی کہا ہے کہ میرا وعدہ آپ کا وعدہ ہے اور آپ اسے پورا کریں گے۔ میں شہزاد سے وعدہ کر چکا ہوں اور شہزاد میرا محسن ہے۔ وہ میرے چچا کے بیٹے کو نہیں جانتا، مگر وہ یہ جانتا ہے کہ انتقام نہ لینا ایک بڑی نیکی ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ برا کرنے والے کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ میری آپ سے التجا ہے کہ میرے چچا کے بیٹے کو معاف کر دیجئے۔"

سردار نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا :

"اچھا۔ تم نے چوں کہ وعدہ کر لیا ہے اور ہم قبائلی وعدے کا پاس کرتے ہیں اس لیے میں اپنے بھائی کے بیٹے کو معاف کرتا ہوں، لیکن اب وہ یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں اسے قبیلے سے خارج کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ اسے یہاں سے لے جا کر دور کسی بستی میں چھوڑ دیا جائے۔"

سردار کے اس حکم پر قبائلیوں نے ایک نعرہ لگایا۔ سامنے کی صف سے دو جوان اٹھے جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور گلے میں ایک خاص قسم کا تعویز پڑا تھا۔ یہ قبیلے کے محافظ تھے۔ انھوں نے سردار کے سامنے آ کر جھک کر کچھ کہا اور قربان گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد سردار نے ثاقب اور شہزاد کو اپنے پاس بلایا اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیر کر کہا "تم دونوں بہت تھکے نظر آ رہے ہو، جاؤ

آرام کرو۔ آج رات ہم تمھاری واپسی کا جشن منائیں گے۔ اس وقت تک تم تازہ دم ہو جاؤ گے۔"

ثاقب نے سر جھکا کر اپنے باپ سردار کو تعظیم دی اور شہزاد کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی جھونپڑی کی طرف لے گیا۔

ادھر سانچی بغداد میں جابر بن حیان کی حویلی سے غائب ہو کر افریقہ کے مشرقی ساحل پر نمودار ہوا۔ یہاں اس کو اپنے دوست شہزاد کی خوش بو دور اندر ایک نخلستان سے آتی محسوس ہوئی۔ ابھی وہ اس خوش بو کی سمت متعین کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک صحرا میں ایک بگولہ اٹھا اور نہایت تیزی سے چکر کھاتا ہوا فضا میں بلند ہوا۔ پھر ایک دھماکہ ہوا اور وہ بگولہ ایک شعلہ بن کر زمین کی طرف آیا۔ سانچی گھبرا گیا۔ ایک انجانے خوف نے اس کے پاؤں پکڑ لیے۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ شعلہ زمین سے ٹکرایا اور ٹکراتے ہی ایک انسانی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ سانچی نے جونہی اس کو دیکھا مرشد کہہ کر اس کی طرف بڑھا۔ انسان کی شکل میں نظر آنے والا یہ بوڑھا جن سانچی کا استاد تھا۔ وہ سانچی کی تلاش میں تھا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں آ پہنچا تھا۔

"سانچی۔" بوڑھے جن نے کہا "میں تمھیں کب سے تلاش کر رہا ہوں۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں سامری کا داؤ تم پر نہ چل گیا ہو اور اس نے تمھیں اپنے طلسم میں قید نہ کر دیا ہو۔ اب اللہ اللہ کر کے تم مجھے ملے ہو۔ چلو میرے ساتھ، مجھے تمھاری ضرورت ہے۔ ہاں پہلے مجھے یہ بتاؤ اتنے دن کہاں غائب رہے اور یہاں افریقہ کے تاریک براعظم میں کیا کر رہے ہو؟"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سانچی بڑے ادب سے اپنے استاد کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا : "مرشد، آپ کو معلوم ہے کہ سامری جادوگر میرے باپ کا دشمن تھا کیوں کہ وہ مسلمان تھے اور اس کے جادو کا توڑ کرتے رہتے تھے۔ پھر ایک مقابلے میں سامری نے انھیں ہلاک کردیا۔ مجھے ڈر ہوا کہ اب سامری مجھے بھی مار ڈالے گا تو میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ سامری نے میرا پیچھا کیا اور مجھے پکڑلیا۔ پھر اس نے اپنے طلسم کے زور سے مجھے لوہے کے ایک صندوق میں بند کرکے ایک پرانی باولی میں پھینک دیا۔ اللہ نے میری مدد کے لیے ایک انسان کو بھیج دیا۔ یہ میری ہی عمر کا ایک لڑکا تھا جس کا نام شہزاد ہے۔ اس نے صندوق کا قفل توڑ کر مجھے سامری کی قید سے رہائی دلائی اور احسان عظیم کے بدلے کچھ قبول نہیں کیا۔ بس یہ چاہا کہ میں اس کو اس علم کے ذریعہ سے جو ہم جنوں کو عطا ہوا ہے اور جو آپ نے مجھے سکھایا ہے اسے گزرے زمانوں میں لے جاؤں اور اسے ان عظیم سائنس دانوں اور عالموں سے ملادوں اور ان کا دور دکھادوں جنھوں نے اپنے کارناموں سے تاریخ عالم کے اوراق کو روشن کردیا ہے۔ میں نے اس کی اس خواہش کی تکمیل میں ماضی کا سفر طے کرنا شروع کردیا۔ میں اسے لے کر زکریا رازی، البیرونی، ابن سینا، الہیثم اور ابن رشد جیسی نام ور ہستیوں کے پاس گیا۔ اب میں اسے جابر بن حیان سے ملانے لایا تھا کہ خود ایک مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔ سامری جادوگر میرے پیچھے لگا ہے اور میں کئی بار اس کے پنجے سے نکلا ہوں۔"

"سانچی، میرے بیٹے، اب تمھیں کسی سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہماری مملکت کے حاکم نے اب سامری کا سارا طلسم توڑ ڈالا

ہے اور مملکت کی سرحدوں کو ہر طرح کے طلسم سے محفوظ کردیا ہے۔ اب میرے ساتھ چلو اور تکمیل علم کرو۔"

"استاد محترم" سانچی نے بڑے ادب سے کہا : "میرا دوست شہزاد مجھ سے جدا ہوگیا ہے وہ مجھے ڈھونڈنے یہاں افریقہ آیا ہے اور میں اس کی تلاش میں بغداد سے یہاں پہنچا ہوں۔ اس کو تلاش کرنا میرے لیے بہت ضروری ہے۔ وہ میری مدد کے بغیر اپنے زمانے میں واپس نہیں جاسکے گا۔ میں اس کو ڈھونڈلوں اور پھر اسے اس کے زمانے میں واپس پہنچادوں تو آپ کے ساتھ چلوں گا اور آپ سے علم حاصل کرنے کی سعادت پاؤں گا۔" پھر وہ کچھ سوچ کر بولا: "استاد محترم، کیا آپ شہزاد کو ڈھونڈنے میں میری مدد نہیں کرسکتے؟ آپ کو اللہ نے بہت علم دیا ہے۔"

سانچی کے استاد مسکرائے اور بولے : "کیوں نہیں۔ تم اگر اپنے دوست کی خوش بو محسوس کرسکتے ہو تو میں یہ کیوں نہیں بتاسکتا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں تمھیں اس کے پاس لے چلتا ہوں۔"

استاد محترم نے سانچی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں غائب ہوگئے۔ چند لمحوں بعد وہ اس پہاڑی وادی میں پہنچ چکے تھے جہاں ثاقب کا قبیلہ شب گزشتہ کے جشن کے بعد گہری نیند پڑا سو رہا تھا۔

استاد محترم نے ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کیا جو دوسری جھونپڑیوں سے نمایاں نظر آرہی تھی اور کہا: "تمھارا دوست، اس جھونپڑی میں سو رہا ہے اسے خاموشی سے اٹھالاؤ۔"

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

سانچی جھونپڑی میں داخل ہوا۔ شہزاد تھکا ہارا پڑا گہری نیند سو رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر اس کا نیا دوست ثاقب لیٹا تھا۔ وہ بھی گہری نیند سو رہا تھا۔ سانچی نے شہزاد کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا اور اپنے استاد کے پاس لے آیا۔ وہ اسے لے کر پہاڑی کے سرے پر آبادی سے دور درختوں کے سائے میں چلے گئے۔ یہاں آکر سانچی نے شہزاد کو بیدار کیا۔ شہزاد سانچی کو دیکھ کر خوشی کے مارے اس سے لپٹ گیا اور بولا : "اللہ کا شکر ہے تم مجھے مل گئے۔ میں تو تمھاری تلاش میں بہت پریشان تھا۔" پھر اس کی نظر سانچی کے استاد پر پڑی۔ ایک بہت بزرگ صورت بوڑھے شخص کو دیکھ کر وہ حیران ہوا۔ "یہ کون ہیں؟" اس نے سانچی سے سوال کیا۔

سانچی مسکرایا اور بولا : "شہزاد۔ یہ میرے استاد محترم ہیں۔ میری خوش نصیبی ہے کہ یہ میرے پاس آئے ہیں۔ مجھے لینے آئے ہیں۔ میں جارہا ہوں، تم سے جدا ہورہا ہوں۔ تم کو تمھارے زمانے میں واپس پہنچا کر میں تم سے رخصت ہوجاؤں گا۔ میں نے تمھاری خواہش پوری کردی۔ میرا جی تو یہ تھا کہ تمھیں ماضی کا روشن زمانہ کچھ اور دکھاتا، لیکن استاد محترم کے حکم کو ٹالنا ممکن نہیں۔ مجھے خوشی خوشی اجازت دو۔"

شہزاد افسردہ ہوگیا۔ سانچی بڑا اچھا دوست تھا اور اگرچہ اس نے اس کو قید سے رہائی دلائی تھی اور وہ اس کے لیے اس کا احسان مند تھا، لیکن شہزاد سانچی کو اپنا محسن سمجھتا تھا کیوں کہ اس نے اس کو ایسا موقع فراہم کردیا تھا جو اس کے خیال و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا یعنی عظیم مسلمان سائنس دانوں سے ملاقاتیں اور مسلمانوں کی تاریخ کے روشن دور کی سیر۔ وہ کہنے لگا :

"سانچی، میرے دوست، تم سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا لیکن تمھارے استاد محترم کا حکم ہے۔ سعادت مندی کا یہی تقاضا ہے کہ تم ان کے ساتھ جاؤ۔ تم نے مجھے ایسا علم عطا کردیا ہے جو میں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کرکے بھی نہ پاسکتا تھا۔ ان راتوں کی جن میں تم مجھے ماضی کی سیر کراتے رہے ہو، یادیں میری زندگی کا سرمایہ رہیں گی۔"

پھر سانچی شہزاد کو لے کر اس زمانے میں آگیا۔ دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے۔ سانچی نے "اللہ حافظ" کہا اور غائب ہوگیا۔

شہزاد اپنے بستر پر سو رہا تھا کہ اذان کی آواز اس کے کان میں آئی اور وہ کلمہ پڑھ کر اٹھ بیٹھا۔ وہ نیند سے بیدار تو ہوگیا تھا لیکن ایک طویل اور حیرت ناک خواب کے اثر سے آزاد نہیں ہوا تھا۔

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com

"سانچی، میرے دوست، تم سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا لیکن تمہارے استاد محترم کا حکم ہے۔ سعادت مندی کا یہی تقاضا ہے کہ تم ان کے ساتھ جاؤ۔ تم نے مجھے ایسا علم عطا کردیا ہے جو میں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کرکے بھی نہ پاسکتا تھا۔ ان راتوں کی جن میں تم مجھے ماضی کی سیر کراتے رہے ہو، یادیں میری زندگی کا سرمایہ رہیں گی۔"

پھر سانچی شہزاد کو لے کر اس زمانے میں آگیا۔ دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے۔ سانچی نے "اللہ حافظ" کہا اور غائب ہوگیا۔

شہزاد اپنے بستر پر سو رہا تھا کہ اذان کی آواز اس کے کان میں آئی اور وہ کلمہ پڑھ کر اٹھ بیٹھا۔ وہ نیند سے بیدار تو ہوگیا تھا لیکن ایک طویل اور حیرت ناک خواب کے اثر سے آزاد نہیں ہوا تھا۔

اُردو کُتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com